سیدنا صدیقِ اکبر
رضی اللہ عنہ
تالیفِ لطیف
علامہ غلام مصطفیٰ مجددی
(ایم اے)

تالیفِ لطیف

علامہ غلام مصطفیٰ مجددی
(ایم اے)

قادری رضوی کتب خانہ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب .... سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

مؤلف .... علامہ غلام مصطفیٰ مجددی (ایم۔اے)

پروف ریڈنگ .... غلام دستگیر احمد

اشاعت .... جنوری 2006

صفحات 184

کمپوزنگ .... عزیز کمپوزنگ سنٹر دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور

تحریک .... چوہدری محمد ممتاز احمد قادری

ناشر .... چوہدری عبدالمجید قادری

قیمت .... =/75 روپے

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

☆ مکتبہ جمال کرم ستا ہوٹل لاہور

☆ اسلامی کتب خانہ اُردو بازار لاہور

☆ شبیر برادرز اُردو بازار لاہور

☆ روحانی پبلشرز ظہور ہوٹل گنج بخش روڈ دربار مارکیٹ لاہور

انتساب

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نام

جو

☆......کلیم طور نبوت بھی ہیں

☆......یار غار رسالت بھی ہیں

☆......پاسدار خلافت بھی ہیں

☆......تاجدار امامت بھی ہیں

آئینہ کتاب

باب نمبر 1

احوال مبارکہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلیم طور نبوت، یار غار رسالت، پاسدار خلافت، تاجدار امامت، مرکز نگاہ مصطفےٰ، وارث مسند مجتبےٰ، نگہدار محبوب کبریا، امن الناس بر مولائے ما، افضل البشر بعد الانبیا، ثانی اثنین اذ ھما فی الغار، حامل تجلیات پروردگار، اصدق الصادقین، اتقی المتقین، خلیفہ بلا فصل حضرت سیدنا ابوبکر عبداللہ المعروف بہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی منفرد سیرت اور روشن کردار کے حوالے سے تاریخ امت محمدیہ کا جلیل القدر سرمایہ ہیں، بقول اقبال ؎

آنچہ بوداز بارگاہ کبریا
ریخت در صدر شریف مصطفےٰ
آں ہمہ در سینہ صدیق ریخت
لا جرم تابود زو تحقیق ریخت
ہمت او کشت ملت راچوں ابر
ثانی اسلام و غار و بدر و قبر

نام، نسب، لقب: حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ محور ہدایت مکہ مکرمہ میں پیدا

ہوئے، والدین نے آپ کا نام 'عبدالکعبہ' رکھا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے تبدیل کر کے 'عبداللہ' رکھ دیا۔ آپ کا نسب مندرجہ ذیل ہے،

''عبداللہ بن ابو قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر القریش'' (سنن کبری ۶:۳۶۹)

شجرہ نسب چھ واسطوں سے پیغمبر اسلام ﷺ سے جا ملتا ہے۔ آپ کا شمار قریش مکہ کے سرداروں میں ہوتا تھا کیونکہ آپ اعلیٰ نسب اور والاحسب انسان تھے۔ آپ کے والد گرامی کا نام ابو قحافہ عثمان ہے جو بعد میں مشرف اسلام ہوئے، والدہ محترمہ کا نام ام الخیر سلمٰی بنت صخر ہے، وہ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں، آپ کی کنیت ابو بکر ہے، ابو بکر کا معنٰی ہے اولیت والے، ابتدا کرنے والے، پیش قدم رہنے والے، صبح کے وقت کسی کے پاس جانے والے، آپ کو ابو بکر اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا، پھر اس کے فروغ کے لئے پیش قدم رہے، آپ صبح ایمان کے چمکدار ستارے ہیں جس سے ایسے تابناک دن کا آغاز ہوا جو ہمیشہ شام زوال سے محفوظ رہے گا، بکر، بکیرہ سے ہو تو مراد یہ ہے کہ آپ سب سے پہلے منزل مراد پر پہنچے ہیں، باکورہ سے ہو تو مراد یہ کہ آپ شجر اسلام کے ثمر اول ہیں، مبکر سے ہو تو مراد یہ ہے کہ آپ موسم اسلام کی پہلی بارش ہیں۔ آپ کے مشہور لقب ہیں صدیق و عتیق، صدیق کا معنٰی ہے بہت زیادہ سچ بولنے والا، سچ کا ساتھ دینے والا اور ہمیشہ سچ کی تصدیق کرنے والا، آپ نے معراج مصطفٰی کی عظمتوں اور سطوتوں کی تصدیق فرمائی تو زبان نبوت نے آپ کو صدیق کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ آپ کو صدیق کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے جیسا کہ اس حدیث مبارک میں موجود ہے،

﴿اثبت احد فانما علیك نبی و صدیق و شهیدان﴾

اے احد ٹھہر جا، تیرے سینے پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید جلوہ فرما ہیں،

(بخاری: ۳:۳۴۴۴، احمد ۳:۱۱۲، ترمذی ۵:۶۲۴، صواعق محرقہ: ۸۰، نسائی: ۵/۴۳، ابوداود ۴:۲۱۲)

یہاں نبوت کے بعد صداقت کا ذکر ہے تو معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے فوراً بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی خلافت و نیابت کے سب سے زیادہ حقدار تھے، قرآن حکیم نے بھی نبوت کے بعد صداقت کا ذکر کیا ہے، فرمایا، ﴿انعم اللہ علیھم من النبین و الصدیقین و الشھداء و الصالحین﴾ اللہ نے انعام فرمایا نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور نیک لوگوں پر، حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھا کر فرمایا کہ آپ کا لقب صدیق آسمان سے اتارا گیا ہے، (معجم کبیر ۱:۵۵، تاریخ کبیر بخاری ۱:۹۹، المستدرک ۳:۶۵)

عتیق کا معنیٰ ہے آزاد، حضور مخبر صادق ﷺ نے فرمایا، ﴿عتیق من النا ر ابو بکر﴾ صدیق رضی اللہ عنہ دوزخ کی آگ سے آزاد ہیں، ایک روایت کے الفاظ ہیں۔ ﴿انت عتیق اللہ من النا ر﴾ یعنی آپ دوزخ کی آگ سے اللہ کے آزاد کردہ ہیں، (مشکوٰۃ) اسی دن سے آپ کا لقب عتیق مشہور و معروف ہو گیا، عتیق عتق سے بھی ہے، عتق کا معنیٰ ہے حسن و جمال، گویا آپ کو حسن و جمال کی بدولت بھی عتیق کہا جاتا ہے۔ عتیق کا معنیٰ مہربان، شفیق اور سب سے بہتر بھی ہے، یہ تمام اوصاف آپ کی ذات مقدسہ میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ اس راقم الحروف نے عرض کیا ہے

شفیق و مہربان و مہ جبیں صدیق اکبر ہیں
صحابہ کی صفوں میں بہتریں صدیق اکبر ہیں
جسے شایاں ہوئی مسند خلافت اور امامت کی
وہ محبوب شہ دیں بالیقیں صدیق اکبر ہیں
شب ہجرت کے راہی اور مزار و غار کے ساتھی
رہ ایمان کے نور مبیں صدیق اکبر ہیں

زمانہ جاہلیت میں

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور سرور کائنات ﷺ سے تقریباً دو سال چھوٹے تھے، آپ کے بچپن اور شباب کا عرصہ بھی ان کے ساتھ بسر ہوا جو اس حقیقت کی دلیل جلیل ہے کہ آپ زمانہ جاہلیت میں بھی اوصاف حسنہ اور اخلاق کریمہ سے مالا مال تھے، آپ مشہور و معروف تاجر تھے، (طبقات کبریٰ ۳:۱۷۲) آپ نے اپنا پہلا تجارتی سفر اٹھارہ سال کی عمر میں حضور اقدس ﷺ کی معیت میں اختیار کیا، (دائرہ معارف اسلامیہ بیان ابوبکر) آپ کی صداقت، امانت، سخاوت، غریبوں کی اعانت اور مہمانوں کی خدمت، خاندانی شرافت اور زبان و دل کی دیانت بہت مشہور تھی، آپ نے ساری زندگی کسی بت کی عبادت نہیں کی، کبھی شراب کو ہاتھ نہ لگایا، کہیں بھی زنا کاری، سود خوری، قمار بازی اور ڈاکہ زانی کے مرتکب نہ ہوئے، آپ تجارت کے ذریعے رزق حلال میں کوشاں رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال وافر عطا فرمایا تھا جو قبول اسلام کے بعد پیغمبر اسلام ﷺ کے یک اشارہ ابرو پر قربان کر دیا

پروانے کو چراغ تو بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

کفار مکہ حضور پیغمبر نور ﷺ کی امانت و دیانت کے ساتھ ساتھ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امانت و دیانت کے بھی معترف تھے، آپ قوم کے محبوب اور قلوب کی تالیف کرنے والے انسان تھے، (ازالۃ الخفاء ۲:۲۰) آپ دیات اور تاوان کے فیصلے کیا کرتے تھے، (ایضاً)

آپ کو ایک رئیس قارہ ربیعہ بن رفیع المعروف بہ ابن الدغنہ نے ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے، "آپ جیسا فیاض، حسن سلوک کا مالک، مہمان نواز اور غریب پرور انسان مکہ سے چلا جائے، یہ مناسب نہیں، میں آپ کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں" (بخاری ۱:۳۰۷)

آپ آغاز عمر سے ہی رقیق القلب، سلیم الفطرت اور بلند نگاہ انسان تھے، اس

لئے جونہی صبح ایمان کا سپیدہ نمودار ہوا اس کی روپہلی کرنیں اپنے قلب وضمیر میں اتارنے کے لئے تیار ہو گئے، آپ کی عمر اڑتیس سال تھی، آپ ملک شام گئے ہوئے تھے، وہاں آپ نے ایک دلنشین خواب دیکھا کہ آسمان کا مہتاب روشن ان کی آغوش میں آگرا ہے، ایک راہب نے اس خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے قبول اسلام کی بشارت سنائی تو آپ فوراً عازم وطن ہوئے اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر غلامی اختیار کی، آپ نے ہر قسم کے لیت ولعل، حیل وحجت اور تامل وتوقف کے بغیر اسلام قبول فرمایا، لہذا اس امر پر تمام مورخین ومحققین کا اتفاق ہے کہ سب سے پہلے مسلمان ہونے والے مرد آپ ہی ہیں۔

> ''حضرت عبداللہ بن حصین تمیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں نے جس شخص پر بھی اسلام پیش کیا، اس نے اس میں شک، تردد اور غور وفکر کیا البتہ ابوبکر پر جب اسلام پیش کیا تو انہوں نے اس میں کوئی تردد نہیں کیا'' (اسد الغابہ ۳:۲۰۶)

خود حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ایک مبعوث ہونے والے پیغمبر کے متعلق کچھ نہ کچھ سنتا رہتا تھا، میں نے حضرت ورقہ بن نوفل سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ پیغمبر عرب کے متوسط نسب سے مبعوث ہوگا، مجھے متوسط نسب کا علم تھا اس لئے جب حضور نبی اکرم ﷺ نے اعلان بعثت فرمایا تو میں ایمان لے آیا اور آپ کی تصدیق کی، آپ فرماتے ہیں، جب میں نے اسلام قبول کیا تو میرے اسلام قبول کرنے پر پوری وادی مکہ میں رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی خوش نہیں تھا، (ایضاً ۳:۲۰۸)

قبول اسلام کے بعد: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام کے بعد توحید و رسالت کے لافانی فیوضات کو عام کرنے کے لئے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ لی اور مال واسباب کے بندھن توڑ دیئے، آپ کی تبلیغ دین کی بدولت

حضرت عثمان غنی، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم جیسے عظیم افراد قریش نے اسلام قبول کیا، کفار مکہ مسلمان غلاموں کو شدید تکالیف و مصائب سے دوچار کرتے تھے، آپ نے ان غلاموں کے عوض مال خرچ کر کے ان کو کفار مکہ کے چنگل سے آزاد کرایا، ان غلاموں میں حضرت بلال حبشی، حضرت عامر بن فہیرہ، حضرت ابو عمیس، حضرت زنیرہ، حضرت نہدیہ، دختر نہدیہ اور حضرت کنیز رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی بھی شامل ہیں، آپ سر عام قرآن پاک کی تلاوت فرماتے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کرتے تھے، اس عمل کی پاداش میں ایک مرتبہ آپ کو مار مار کر لہولہان بھی کر دیا گیا حتیٰ کہ آپ بے ہوش ہو گئے، جب ہوش آیا تو سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا کہ میرے محبوب کا کیا حال ہے۔

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

آپ نے اپنے گھر کے قریب ایک مسجد تعمیر فرمائی جس میں عبادت و تلاوت سے شادکام ہوتے تھے۔ آپ سفر و حضر، نشست و برخاست، امن و جدال غرضیکہ ہر موقع اور ہر مقام پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ اس لئے آپ کی ذات بھی کفار مکہ کے ظلم و ستم کے نشانے پر تھی، نبوت کے چھٹے سال آپ نے ہجرت حبشہ کا ارادہ کیا اور پانچویں منزل تک سفر بھی طے کیا مگر ابن الدغنہ کے اصرار پر واپس لوٹ آئے، اس نے آپ کو اپنی پناہ میں لے لیا، آپ پھر بھی تبلیغ اسلام سے باز نہ آئے تو ابن الدغنہ نے کہا کہ آپ میری شرط کی پابندی نہیں کرتے، اس لئے میں آپ کی حفاظت کا ذمہ واپس لیتا ہوں، اس پر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، میں تمہاری دی ہوئی حفاظت واپس کرتا ہوں کیونکہ میں اللہ کی حفاظت پر مطمئن ہوں۔ (بخاری ۱:۳۰۷)

کفار مکہ نے حضور تاجدار انبیا، محبوب کبریا ﷺ کو شعب ابی طالب کے زہرہ گداز ماحول میں محصور کر دیا تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ اور آپ کے خاندان کی ہر ممکن امداد کی، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ﴿ان من امن الناس علی بصحبته وماله ابو بکر﴾ تمام انسانوں میں مجھ پر سب سے زیادہ صحبت اور دولت کے لحاظ سے احسان کرنے والا ابوبکر صدیق ہے، (مشکوۃ باب مناقب ابی بکر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا ﴿وما نفعني مال احد ما نفعني مال ابی بکر﴾ مجھے کسی کی دولت نے اتنا فائدہ نہ دیا جتنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دولت نے فائدہ دیا، (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہمہ وقت شمع نبوت پر قربان ہونے کے لئے پروانے کی طرح بے قرار رہتے تھے، مکہ کے سنگدل لوگ محبوب خدا ﷺ پر تکلیفوں، ایذا رسانیوں کے پہاڑ توڑتے، کانٹے بچھاتے، راستے میں کنوئیں کھودتے، ساحر، شاعر اور مجنوں جیسے رکیک الفاظ کے ساتھ پراپگنڈہ کرتے اور پتھروں کی بارش برساتے تھے، کبھی آپ کو دھکے مارتے، کبھی نازک گردن میں چادر کا پھندہ ڈال کر گلا گھونٹنے کی کوشش کرتے اور کبھی جسم مقدس پر نجاست ڈالتے تھے، اس وحشت ناک دور میں آپ ہی حضور اقدس ﷺ کے مونس و غمگسار تھے، ایک روایت ہے،

''ایک مرتبہ آپ حرم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک سنگدل کافر عقبہ بن ابی معیط نے آپ ﷺ کے گلے میں چادر کا پھندہ ڈال کر اس زور سے کھینچا کہ آپ کا دم گھٹنے لگا، چنانچہ یہ منظر دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بے قرار ہو کر دوڑ پڑے اور عقبہ بن ابی معیط کو دھکا دے کر دفع کیا اور یہ فرمایا، کیا

تم لوگ ایسے آدمی کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے، اس دھکم دھکا میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کفار کو مارا بھی اور کفار کی مار بھی کھائی، (زرقانی ۱:۲۵۲، بخاری ۱:۵۴۴، سیرت المصطفیٰ ص ۹۴)

کروں ترے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

اذھما فی الغار: سفر ہجرت حضور سیاح لامکاں ﷺ کی حیات مبارکہ کا اہم ترین سفر ہے جب کفار مکہ فرعون عصر ابو جہل کی قیادت میں خون آشام تلواریں لیکر تعاقب کرر ہے تھے، اس نازک وقت میں بھی آپ نے اپنے دیرینہ رفیق جان حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا، حضرت امام ابن اسحاق علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے ہجرت کی اجازت طلب کی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جلدی نہ کرو شاید اللہ تعالیٰ تم کو میرا صاحب بنائے گا، جب ہجرت کا وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر صدیق ﷺ کے پاس گئے درآں حال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سوئے ہوئے تھے، آپ نے ان کو بیدار کیا، پھر آپ نے فرمایا' مجھے یہاں سے جانے کی اجازت مل گئی ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے دیکھا کہ فرط مسرت سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے، پھر وہ دونوں گئے اور غار ثور میں داخل ہو گئے اور تین دن غار ثور میں ٹھہرے (اسد الغابہ ۳/۲۰۹)

غار ثور میں کیا ہوا، حضرت امام زرقانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہلے خود غار میں داخل ہوئے اور اچھی طرح غار کی صفائی کی اور اپنے بدن کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر غار کے تمام سوراخوں کو بند کر دیا، پھر حضور اکرم ﷺ غار کے اندر تشریف لے گئے اور آپ کی گود میں اپنا سر مبارک رکھ کر سو گئے، آپ نے ایک سوراخ کو

اپنی ایڑی سے بند کر رکھا تھا جس سے ایک زہریلے سانپ نے بار بار آپ کے پاؤں کو کاٹا، آپ نے پاؤں نہ ہٹایا کہ حضور رحمت دو عالم ﷺ کے خواب راحت میں خلل نہ پڑ جائے۔ شدت غم سے آپ کے آنسوؤں کے چند قطرے رخسار مصطفیٰ پر پڑے تو وہ بیدار ہو گئے اور پوچھا، ابوبکر کیا ہوا، عرض کی یارسول اللہ مجھے سانپ نے کاٹ لیا ہے، یہ سن کر حضور اقدس ﷺ نے زخم پر اپنا لعاب دہن لگایا جس سے درد ختم ہو گیا، غار ثور کے قیام کے دوران آپ کے جواں سال فرزند، صاحبزادی اسماء اور غلام عامر بن فہیرہ مسلسل خدمت کے لئے آتے جاتے رہے۔ (زرقانی علی المواہب ۱:۳۳۹) اس عرصے میں کفار مکہ بھی آپ کی تلاش میں تھے، انہوں نے مکہ مکرمہ کی اطراف و جوانب کا گوشہ گوشہ چھان مارا یہاں تک کہ تلاش کرتے کرتے غار ثور تک پہنچ گئے۔ اس وقت غار ثور کے دروازے پر حفاظت الٰہی کا پہرہ لگا ہوا تھا، دروازے پر مکڑی نے جالا تان رکھا تھا اور کبوتری نے انڈے دے رکھے تھے، یہ منظر دیکھ کر کفار مکہ کہنے لگے، اگر کوئی انسان اس غار میں داخل ہوتا تو یہ جالا برقرار نہ رہتا اور کبوتری انڈے نہ دیتی، ادھر کفار مکہ کے قدموں کی آہٹ سن کر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غمناک ہو گئے اور عرض کرنے لگے، یارسول اللہ! اب ہمارے دشمن اسقدر قریب آ چکے ہیں کہ اگر وہ جھک کر دیکھیں تو ہمیں تلاش کر لیں گے، آپ نے فرمایا، ﴿لا تحزن ان اللہ معنا﴾ مت گھبراؤ، اللہ ہمارے ساتھ ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دل پر سکون نازل فرما دیا اور وہ بالکل بے خوف ہو گئے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد
طاف العدو بہ اذ صاعد الجبلا
وکان حب رسول اللہ قد علموا

مــن الــخــلا ئــق لـم یـعـد ل بــه بـد لا

ترجمہ: جب وہ دونوں بلند مرتبہ غار میں تھے کہ دشمن ان کے ارد گرد چکر لگا رہا تھا، ابو بکر رسول اللہ ﷺ کے محبوب تھے، تمام مخلوق جانتی ہے کہ آپ نے ان کے برابر کسی کو مقام نہیں دیا ہے، (زرقانی علی المواہب ۱: ۳۳۷)

تین دن گزر گئے تو یکم ربیع الاول دوشنبہ کے روز غار ثور سے باہر نکلے اور ساحل سمندر کے غیر معروف راستوں پر سفر کا آغاز فرمایا، عبداللہ بن اریقط اور عامر بن فہیرہ بھی ان کے ہمسفر بن گئے، عبداللہ بن اریقط کو راستے کی شناخت کیلئے کرائے پر ساتھ لیا گیا تھا، حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اگلے سفر کا حال خود بیان فرمایا ہے،

''ہم رات کے اندھیرے میں روانہ ہوئے اور ایک رات اور ایک دن چلتے رہے، حتی کہ دوپہر کا وقت ہو گیا، میں نظر اٹھا کر کوئی سائے کی جگہ دیکھنے لگا۔ اچانک میں نے ایک چٹان کو دیکھا اس پر کچھ سایہ تھا، میں نے اس کو رسول اللہ ﷺ کے لئے صاف کیا اور اس پر ایک پوستین بچھا دی پھر میں نے کہا، یا رسول اللہ! اس پر لیٹ جایئے، پھر میں نے نکل کر دیکھا کہ کوئی، ہمیں ڈھونڈ تو نہیں رہا، میں نے ایک بکریاں چرانے والا دیکھا، اور اس سے پوچھا تم کس کی بکریاں چرا رہے ہو؟ اس نے قریش کے ایک آدمی کا نام بتایا جس کو میں نے پہچان لیا، میں نے اس سے پوچھا کہ تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا' ہاں! میں نے اس کو پوچھا کہ مجھ کو دودھ دو گے، اس نے کہا ہاں، میں نے اس سے کہا، بکری کے تھن کو گرد و غبار سے صاف کرو۔ اس نے دودھ نکالا، میں نے اس کو ایک پیالے میں ڈال کر پانی ملا کر ٹھنڈا کیا، پھر میں دودھ لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا، اس

وقت آپ بیدار ہو چکے تھے، میں نے کہا، یارسول اللہ ﷺ! دودھ پیجئے، آپ نے اتنا دودھ پیا حتیٰ کہ میں راضی ہو گیا، میں نے کہا، کہ اب ہمیں چلنا چاہئے، پھر ہم چل پڑے اور لوگ ہمارے پیچھے آ رہے تھے سراقہ بن مالک بن جعشم کے سوا جو گھوڑ سوار تھا کوئی ہم تک نہیں پہنچ سکا، میں نے کہا، یارسول اللہ! اس نے تو ہمیں آلیا، آپ نے فرمایا، غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے، جب وہ دو تین نیزے کی مقدار رہ گیا تو میں رونے لگا، آپ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ میں نے کہا کہ میں اپنی وجہ سے نہیں، آپ کی وجہ سے رو رہا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے سراقہ بن مالک کے خلاف دعا کی تو اس کا گھوڑا پیٹ تک اس سخت زمین میں دھنس گیا، وہ کہنے لگا، اے محمد ﷺ میں خوب جانتا ہوں کہ یہ آپ کا عمل ہے، آپ دعا کریں کہ اللہ مجھے اس سے نجات دے، میں آپ کے پیچھے آنے والوں کو اندھا کر دوں گا، آپ میرے یہ تیر اور کمان لے لیں عنقریب آپ کا میرے اونٹوں اور بکریوں سے گزر ہوگا۔ ان میں سے آپ اپنی ضرورت کے مطابق لے لیں، آپ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، پھر آپ نے دعا فرمائی تو وہ زمین سے نکل آیا اور اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا، ہم اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے حتیٰ کہ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ (اسد الغابہ ۳:۲۱۱)

سفر ہجرت میں قدم قدم پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جاں نثاری، وفا شعاری، مستقل مزاجی اور ثابت قدمی کا ثبوت ملتا ہے، اس سفر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے محبوب اقدس ﷺ کا مصاحب خاص قرار دیا، جو ﴿اذ یقول لصاحبہ﴾ کے قرآنی الفاظ سے ظاہر ہے، حضرت امام آلوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، ابن عساکر نے حضرت علی

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی مذمت کی ہے جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمت بیان فرمائی ہے۔(روح المعانی) ﴿لصاحبہ﴾ سے مراد آپ ہیں جس طرح ﴿الذی اسریٰ بعبدہ﴾ میں ''بعبدہ'' سے مراد محبوب خدا احمد مجتبےٰ ﷺ ہیں، اس لئے علما فرماتے ہیں کہ جس نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کیا وہ کافر ہے کیونکہ یہ کلام اللہ سے ثابت ہے۔ پھر معلوم ہوا کہ آپ کو اپنی جان کی فکر نہیں، ذات رسول کی فکر تھی، یہ کمال درجہ کی محبت ہے۔

صدیق بلکہ غار میں جاں اس پہ دے چکے
اورحفظ جاں ہی جان فروض غرر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض ، فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

آپ کا سارا خاندان بھی رسول خدا ﷺ کی خدمت واطاعت میں سرگرم رہا، گویا یہ سعادت ازلی آپ کے حصے میں آئی جس پر تمام کائنات نچھاور کی جاسکتی ہے۔

مدینہ منورہ میں

حضور اقدس ﷺ کے بعد تمام صحابہ کرام کی نگاہوں کا مرکز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا رخ انور تھا، آپ مدینہ منورہ میں بھی رسول مکرم ﷺ کے سب سے زیادہ قریب اور سب سے بڑھ کر حبیب تھے، مسجد نبوی کی تعمیر وتشکیل میں آپ کا مال خرچ ہوا، غزوہ بدر میں حفاظت مصطفےٰ پر معمور ہوئے، غزوہ احد میں جب لڑائی نے شدت اختیار کی تو آپ پروانہ وار شمع رسالت کا طواف کرتے رہے اور بال برابر بھی پیچھے نہ ہٹے، واقعہ افک میں آپ اور آپ کے خاندان کا بہت بڑا امتحان تھا، لیکن ان لوگوں کے دلوں میں محبت رسول کی حلاوت بڑھتی چلی گئی اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر قرآن پاک کی سورۃ نور میں نازل فرمایا اور ان کو ﴿اولو الفضل﴾ یعنی فضیلت والے لوگ قرار دیا

،غزوہ خندق میں بھی آپ رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب تھے پانچ ہجری میں آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے طفیل ساری امت محمدیہ کو تیمم جیسی نعمت اور رخصت عطا ہوئی ۔ ۶ ھ میں حدیبیہ کے مقام پر اہل ایمان کا ایک اور امتحان لیا گیا، جب رسول اللہ ﷺ نے کفار مکہ کے ساتھ ان شرائط پر صلح فرمائی جن میں بظاہر کفار مکہ کا بہت زیادہ فائدہ تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ان شرائط پر بہت صدمہ ہوا تو آپ نے انہیں سمجھایا ،اے عمر! وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرتے ہیں، وہ کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ ان کا مددگار ہے، خدا کی قسم یقیناً وہ حق پر ہیں لہٰذا تم ان کی رکاب تھامے رہو۔ (سیرت ابن ہشام ۳: ۳۶۷)

حدیبیہ کے مقام پر ایک اور واقعہ رونما ہوا، سفیر مکہ عروہ بن مسعود ثقفی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا، میں تو آپ کے ساتھ ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ یہ سب آپ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، اس کا یہ جملہ سن کر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو صبر وضبط کی تاب نہ رہی، انہوں نے تڑپ کر کہا' اے عروہ! چپ ہو جا، تو جا اپنی دیوی لات کی شرمگاہ چوس، کیا ہم بھلا اللہ کے رسول کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، عروہ نے تعجب سے پوچھا، یہ شخص کون ہے، لوگوں نے کہا' یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، عروہ نے کہا، مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اے ابوبکر، اگر تیرا ایک احسان مجھ پر نہ ہوتا تو میں تیری تلخ گفتگو کا جواب ضرور دیتا، یہ واقعہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظیم غیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ فتح مکہ کا مرحلہ ہو یا غزوہ حنین کا موقعہ، طائف وتبوک کے سفر ہوں یا خیبر کے معرکے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سائے کی طرح ساتھ رہے، غزوہ تبوک میں جیش عسرت کی تیاری ہو رہی تھی، آپ نے اپنے گھر کا سارا مال واسباب بارگاہ رسول میں پیش کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، گھر کیا چھوڑ آئے ہو تو عرض کیا، گھر میں اللہ اور اس کے

رسول کو چھوڑ آیا ہوں، اس غزوہ میں اور بھی صحابہ کرام نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جن میں حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے اسما گرامی نہایت نمایاں ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حج کی قیادت کیلئے بھی منتخب فرمایا گیا، حجۃ الوداع کے موقع پر بھی آپ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ ساتھ تھے،

وصال مصطفیٰ پر ثابت قدمی

جس محبوب اقدس ﷺ کے نام پر ساری زندگی بسر کی تھی، آخر اس کے وصال باکمال کا وقت بھی آ گیا، حضور اقدس ﷺ نے آخری ایام میں آپ کو حکم دیا کہ مصلی نبوت پر کھڑے ہو کر امامت کے فرائض سرانجام دیں، یہ حضور فخر کائنات ﷺ کا عظیم الشان کارنامہ ہے کہ ہزاروں خداؤں کے سامنے جھکنے والی پیشانیوں کو خدائے واحد کے حضور جھکا دیا، یہ ایک ایسا عالمگیر انقلاب تھا جس نے رفتہ رفتہ اس عالم آب وگل کے گوشے گوشے میں انگڑائیاں لینا شروع کر دیں اور ساری دنیا اللہ اکبر کے دلربا نغموں سے معمور ہو گئی، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کی حیات مبارکہ میں سترہ نمازیں پڑھائیں، تمام صحابہ کرام نے آپ کی امامت پر اتفاق کیا، بالآخر آپ ﷺ ﴿ الصلوٰۃ، ماملکت ایمانکم اور الرفیق الاعلیٰ ﴾ کے کلمات آلاپتے ہوئے جادہ آخرت پر گامزن ہو گئے تو غلامان در کے درد والم کی حالت دیدنی تھی، ظاہر ہے کہ ان عاشقان رسول پر جان عالم ﷺ کے دائمی فراق کا کتنا روح فرسا اور کس قدر جانکاہ صدمہ عظیم ہوا ہوگا، جلیل القدر صحابہ کرام بلا مبالغہ ہوش وحواس کھو بیٹھے، ان کی عقلیں گم ہو گئیں، آوازیں بند ہو گئیں اور وہ اس قدر مخبوط الحواس ہو گئے کہ ان کے لئے یہ سوچنا بھی مشکل ہو گیا کہ وہ کیا کہیں اور کیا کریں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر ایسا سکتہ طاری ہو گیا کہ وہ ادھر ادھر بھاگے بھاگے پھرتے تھے مگر کسی سے نہ کچھ کہتے تھے نہ کسی سے کچھ سنتے تھے،

حضرت علی رضی اللہ عنہ رنج و ملال میں نڈھال ہو کر اس طرح بیٹھ رہے کہ ان میں اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کی سکت نہ رہی، حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے قلب پر ایسا دھچکا لگا کہ وہ اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکے اور ان کا ہارٹ فیل ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس قدر ہوش و حواس کھو بیٹھے کہ انہوں نے تلوار کھینچ لی اور ننگی تلوار لے کر مدینہ کی گلیوں میں ادھر ادھر آتے جاتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی تو میں اس تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا، (سیرت مصطفیٰ:۳۳۳) اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عزیمت اور استقامت کا وہ جوہر عطا فرمایا جس نے امت کی کشتی کو نذر طوفان ہونے سے بچالیا۔ صحیح بخاری شریف میں روایت ہے،

"حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر سخ سے آئے اور کسی سے کوئی بات نہ کہی نہ سنی، سیدھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں چلے گئے اور حضور اقدس ﷺ کے رخ انور سے چادر ہٹا کر آپ پر جھکے اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان نہایت گرم جوشی کے ساتھ ایک بوسہ دیا اور کہا کہ آپ اپنی حیات اور وفات دونوں حالتوں میں پاکیزہ رہے، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہرگز خداوند تعالیٰ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں فرمائے گا، آپ کی جو موت لکھی ہوئی تھی آپ اس موت کے ساتھ وفات پا گئے، اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے تقریر کر رہے تھے، آپ نے فرمایا کہ اے عمر! بیٹھ جاؤ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کر دیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں چھوڑ دیا اور خود لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے خطبہ دینا شروع کر دیا، آپ نے فرمایا، جو شخص تم میں سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عبادت کرتا تھا (وہ جان

لے) کہ ان کا وصال ہو گیا ہے اور جو شخص خدا کی عبادت کرتا تھا تو خدا زندہ ہے، وہ کبھی نہیں مرے گا، پھر اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سورہ آل عمران کی یہ آیت تلاوت فرمائی، ﴿وما محمد الا رسول ۔۔۔۔﴾ اور محمد ﷺ تو ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرما جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ کا کوئی نقصان نہ کرے گا، اور عنقریب اللہ شکر ادا کرنے والوں کو ثواب دے گا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ' نے یہ آیت تلاوت کی تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی اس آیت کو جانتا ہی نہ تھا، ان سے سن کر ہر شخص اس آیت کو پڑھنے لگا" (بخاری ۱:۱۶۶)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ مبارکہ نے صحابہ کرام کے اندر سکون کی ایک لہر دوڑا دی، حضور اقدس ﷺ کے وصال با کمال کے ساتھ تمام مسلمانوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور آپ کو رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ بلا فصل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حضور اقدس ﷺ کی تجہیز و تکفین کی سعادت حضرات اہل بیت کو میسر آئی، آپ نے بھی امیر المومنین ہونے کی حیثیت سے یہی حکم صادر فرمایا کہ یہ اہل بیت کا حق ہے، اس لئے حضرت عباس اور اہل بیت نے کواڑ بند کر کے غسل دیا اور کفن پہنایا مگر شروع سے آخر تک خود امیر المومنین اور دوسرے تمام صحابہ کرام حجرہ مقدسہ کے باہر حاضر رہے، (مدارج النبوۃ ۲:۴۳۷) بعض علما کرام کا خیال ہے کہ صحابہ کرام میں سب سے پہلا اختلاف یہ رونما ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کا مزار اقدس کہاں ہونا چاہئے، بعض نے کہا کہ مکہ مکرمہ میں ہونا چاہئے، بعض نے کہا کہ مسجد نبوی میں ہونا چاہئے، بعض نے کہا کہ بقیع میں ہونا چاہئے اور بعض نے کہا کہ بیت المقدس میں ہونا چاہئے جو انبیا کرام

کا مدفن ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ نبی کو اس جگہ دفن کیا جاتا ہے جس جگہ وہ فوت ہوتا ہے۔ (تاریخ الخلفاء: ۷۲) گویا آپ کی فراست اور معاملہ فہمی کی عادت اس نازک موقع پر بھی صحابہ کرام کی راہنمائی کیلئے مشعل راہ بن گئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اس حدیث مبارک کو سن کر لوگوں نے حضور اقدس ﷺ کے بچھونے کو اٹھایا اور حجرہ عائشہ میں آپ کا مزار مقدس تیار کر دیا، اسی میں آپ مدفون ہوئے۔ (ابن ماجہ: ۱۱۸)

آپ ﷺ کا جنازہ تیار ہوا تو لوگ نماز جنازہ کے لئے ٹوٹ پڑے، پہلے مردوں نے پھر عورتوں نے، پھر بچوں نے نماز جنازہ پڑھی، جنازہ مبارکہ حجرہ کے اندر ہی تھا، باری باری سے تھوڑے تھوڑے لوگ اندر جاتے تھے اور نماز پڑھ کر چلے آتے تھے لیکن کوئی امام نہ تھا۔ (ابن جامہ: ۱۱۸)

خلافت رسول کا اعزاز

اس دوران حضور اقدس ﷺ کی خلافت و نیابت کا مسئلہ بہت نازک تھا، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی اس کے زیادہ حقدار تھے، کیونکہ آپ کو نماز اور حج جیسی اہم عبادات میں قیادت اور امامت کا شرف حاصل ہو چکا تھا، اب ضروری تھا کہ فوراً آپ جیسے بلند مرتبت انسان کو اس کار عظیم کے لئے منتخب کر دیا جاتا، کیونکہ مدینہ منورہ میں منافقین کی جماعت ریشہ دوانیوں میں مصروف تھی اور اس کے باہر طرح طرح کے فتنے سر اٹھا رہے تھے، اس نازک موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے آپ کی بیعت کی اور ان کو دیکھتے ہی تمام انصار اور مہاجرین بیعت کرنے لگے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں آپ کی خلافت و نیابت کا واضح حکم موجود ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اے عائشہ! اپنے باپ ابوبکر اور بھائی کو میرے پاس بلاؤ تاکہ

میں ان کے متعلق ایک مکتوب لکھ دوں، کیونکہ مجھے یہ خوف ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کہنے والا کہے گا کہ میں خلافت کا زیادہ حقدار ہوں اور اللہ تعالیٰ اور تمام مسلمان ابوبکر کے سوا ہر ایک کی خلافت کا انکار کر دیں گے،

(مسلم کتاب فضائل الصحابہ)

حضرت امام یحییٰ نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر واضح دلیل ہے، (شرح مسلم ۲:۲۷۳) یہ حدیث، حدیث قرطاس کا بھی جواب ہے، شیعہ علما کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے کاغذ اور قلم منگوایا تھا تو آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق لکھوانا چاہتے تھے، ہم کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق لکھوانا چاہتے تھے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے، (شرح مسلم سعیدی ۶:۸۹۷)

حضرت علی کا بیعت فرمانا

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی دیگر تمام صحابہ کرام کے ساتھ مل کر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی اور ان کی خلافت کے اہم مددگار ثابت ہوئے۔ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ فنظرت فی امری فاذا طاعتی قد سبقت بیعتی واذا المیثاق فی عنقی لغیری ﴾ میں نے اپنے بارے میں غور کیا کہ میرا اطاعت کرنا، میرے بیعت لینے سے پہلے ہے اور میری گردن میں دوسرے کی بیعت کرنے کا پختہ عہد ہے" (نہج البلاغہ ۱۱۱)

اس کی شرح میں ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ یہ کلام، کلام سابق سے منفصل ہے۔ اس میں آپ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کا حال بیان کیا ہے، وہ یہ کہ آپ سے عہد لیا گیا تھا کہ خلافت کے حصول میں جھگڑا نہ کریں اور مطالبہ سے باز رہیں،

﴿قد سبقت بیعتی﴾ کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت مجھ پر واجب ہے اور آپ کے حکم کی اطاعت کرنا میرے قوم سے بیعت لینے پر مقدم ہے، لہذا میرے بیعت نہ کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے بیعت کرنے کا حکم دیا ہے، ﴿واذا المیثاق فی عنقی﴾ کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے یہ عہد لیا ہے کہ میں بحث اور جھگڑا نہ کروں، اس لئے آپ کے حکم سے تجاوز کرنا یا آپ کی ممانعت کی مخالفت کرنا میرے لئے جائز نہیں ہے۔ (شرح نہج البلاغہ ۲: ۲۹۵) حضرت امام حاکم نیشاپوری علیہ الرحمہ نے روایت نقل کی ہے؛

"حضرت ابوسعد خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو انصار کے خطبا کھڑے ہوگئے اور ان میں سے ایک شخص نے کہا' اے جماعت مہاجرین، رسول اللہ ﷺ جب تم میں سے کسی شخص کو حاکم بناتے تو اس کے ساتھ ہمارے ایک آدمی کو بھی حاکم بناتے، سو ہمارا خیال ہے کہ اس خلافت کے لئے بھی دو شخص مقرر کیے جائیں، ایک ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے، پھر انصار کے سب خطیبوں نے اسی طرح کہنا شروع کر دیا، اس وقت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا، رسول اللہ ﷺ مہاجرین میں سے تھے اور امام بھی مہاجرین میں سے ہونا چاہیے اور ہم اس کی نصرت کریں گے جس طرح ہم رسول اللہ ﷺ کے انصار تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا، اے جماعت انصار اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے اور تمھارے قائل کو ثابت قدم رکھے، اگر تم اس کے علاوہ اور کوئی فیصلہ کرتے تو ہم اس کو قبول نہ کرتے، پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا، یہ تمھارے صاحب ہیں، ان سے

بیعت کرلو، پھر سب نے بیعت کر لی، جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھ گئے تو آپ نے لوگوں کی طرف دیکھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نظر نہیں آئے، آپ نے ان کے متعلق دریافت کیا، انصار میں سے کچھ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر لائے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے رسول اللہ ﷺ کے عم زاد اور داماد کیا آپ مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنا چاہتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ملامت نہ کریں، سو آپ نے بیعت کر لی، پھر آپ نے دیکھا کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بھی نہیں ہیں، ان کے متعلق دریافت کیا، پھر لوگ ان کو لائے تو آپ نے فرمایا، اے رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد اور مددگار کیا آپ مسلمانوں کی جمعیت کو توڑنا چاہتے ہیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ملامت نہ کریں، پھر دونوں نے بیعت کی، یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور انہوں نے اس کو روایت نہیں کیا، (المستدرک ۳:۷۶، شرح مسلم سعیدی ۵:۴۵۳)

شیعہ حضرات اور اہل سنت و جماعت کے مستند حوالوں سے معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلا فصل تسلیم کیا اور فوراً باقی صحابہ کرام کے ساتھ مل کر ان کی بیعت کر لی تھی نیز آپ خلیفہ اول کے معاون و مددگار بن گئے تھے، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے، ہم نے خلافت کے متعلق غور کیا، پس ہم نے یہ دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز میں مقدم کیا تھا، ہم اپنی دنیا کے معاملے اس شخص سے راضی ہو گئے جس شخص پر رسول اللہ ﷺ ہمارے دین کے معاملے میں راضی تھے (طبقات کبریٰ ۳:۱۸۳) حضرت امام بخاری اور حضرت امام مسلم نے جو حضرت معمر کے حوالے سے آپ کی بیعت میں چھ ماہ کی تاخیر والی روایت نقل

کی ہے کہ وہ حضرت امام زہری کا قول ہے اور غیر متصل ہے، اس لئے حجت نہیں، اس کے مقابلے میں مندرجہ بالا دلائل زیادہ صحیح اور مضبوط ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلوص وللّٰہیت کے حسین ترجمان ہیں، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ساری زندگی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی تعریف فرماتے رہے، چنانچہ جنگ جمل کے موقع پر فرمایا، ابوبکر پر اللہ کی رحمت ہو، انہوں نے خلافت کو صحیح طور پر قائم فرمایا اور خود بھی راہ راست پر گامزن رہے، عمر پر اللہ کی رحمت ہو انہوں نے بھی خلافت کو درست رکھا اور خود بھی راہ راست پر گامزن رہے، جہاں تک کہ دین کے معاملات درست ہو گئے۔ (مجمع الزوائد ۵:۱۷۵) ایک جگہ اور ارشاد فرماتے ہیں،

"اسلام کے اعتبار سے سب سے افضل اور اللہ اور اس کے رسول کی خیر خواہی میں سب سے بہتر خلیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، اور ان کے خلیفہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے، مجھے قسم ہے (اللہ کی) کہ اسلام میں ان دونوں کا عظیم رتبہ ہے، ان کے وصال کے بعد اسلام پر بہت سخت دور آیا، اللہ ان دونوں پر رحم فرمائے اور انہیں ان کے اعمال کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ (ابن میثم شرح نہج البلاغہ ۴:۳۶۲) اس امر پر تمام مکاتب فکر کا اتفاق ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں ادا کرتے رہے، اسی طرح حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے پیچھے بھی ادا کرتے رہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ تینوں خلفا برحق تھے، اگر برحق نہ ہوتے تو آپ ضرور ان کے خلاف جہاد کا پرچم بلند کرتے جس طرح بعد میں ان کے لخت جگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، نے یزید علیہ ... کے خلاف بلند کیا تھا، یہ عظیم لوگ باطل کے سامنے جھکنے والے نہیں تھے، سینہ تان کر کھڑے ہو جانے والے تھے، لہذا ان کا کسی کے پیچھے نماز ادا کرنا اس کے برحق ہونے کی دلیل ہے اور کسی کے مقابلے میں آجانا اس کے باطل ہونے کا ثبوت ہے،

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار   لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار

اولین خطبہ خلافت صحیح بخاری شریف میں آپ کا اولین خطبہ خلافت درج ہے، آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا۔

''اے لوگو! واللہ مجھے ہرگز امارت کی خواہش نہ تھی اور نہ کبھی میں نے ظاہر یا پوشیدہ اس کے لئے دعا کی تھی، البتہ مجھ کو یہ خوف ہوا کہ کوئی فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہو، اس لئے اس بوجھ کو اٹھانے کے لئے تیار ہو گیا، مجھے خلافت میں کوئی راحت نہیں بلکہ مجھ پر ایسا بوجھ ڈال دیا گیا ہے جس کے برداشت کرنے کی میں اپنے اندر سکت نہیں پاتا اور میں خدا تعالیٰ کی امداد کے بغیر اس فرض کو سرانجام نہیں دے سکتا، کاش آج میری جگہ کوئی ایسا شخص ہوتا جو اس بوجھ کو اٹھانے کی مجھ سے زیادہ طاقت رکھتا، لوگو! مجھے تمہارا امیر بنایا گیا ہے حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں، اگر اچھا کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر غلطی کروں تو اس کی اصلاح کر دو، صدق امانت اور کذب خیانت ہے، تم میں جو کمزور ہے وہ میرے لئے قوی ہے جب تک میں اس کا حق نہ دلا دوں اور تم میں جو قوی ہے وہ میری نظر میں کمزور ہے جب تک میں اس سے دوسروں کا حق نہ دلا دوں، قانون خداوندی ہے کہ جو قوم راہ حق میں جہاد چھوڑ دیتی ہے وہ ذلیل کر دی جاتی ہے اور جس قوم میں بے حیائی کا رواج ہو جاتا ہے ان میں عام طور پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے، جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تم پر میری اطاعت لازم نہیں''

آپ کے اس اولین خطبہ خلافت نے ہی تمام ارادوں کو آشکار کر دیا، آپ منہاج نبوت کے مطابق اپنی خلافت کی بنیادیں استوار کر چکے تھے چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد رسالت اور آپ کے عہد خلافت میں مکمل ہم آہنگی پائی جاتی ہے،

خلافت صدیقی پر قرآنی اشارے : حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی

خلافت کی حقانیت پر قرآن پاک کی واضح اشارے موجود ہیں۔ارشاد باری ہے،

یـاایھا الذین امنوا .... اے ایمان والو،تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لائے گا کہ وہ اللہ کے محبوب ہیں اور اللہ ان کا محبوب ہے،وہ مسلمانوں پر نرم ہوں گے اور کافروں پر سخت،وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے،یہ اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بہت وسعت والا،علم والا ہے،(سورۃ المائدہ ۵۴)

اس آیت کریمہ میں مرتدوں کے خلاف علم جہاد بلند کرنے والوں کا ذکر ہے تو تاریخ شاہد ہے کہ ان کے خلاف جہاد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے عساکر خلافت نے کیا تھا۔اس کو شیخ احمد بن ابی یعقوب نے بھی بیان کیا ہے جو شیعہ حضرات کا نامور مورخ ہے(تاریخ یعقوبی ۲:۴) معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ میں جو اوصاف بیان کئے گئے ہیں ان کے مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے عساکر خلافت ہیں گویا وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے،وہ مسلمانوں پر نرم ہیں اور کافروں پر سخت ہیں،وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہیں ہوتے،وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے سزاوار ہیں،پھر یہ یاد رہے کہ جہاد کرنا، جہاد کی اجازت دینا،مسلمانوں پر نرمی اور کافروں پر سختی کرنا کسی صاحب اقتدار انسان کا ہی وصف جلیل ہوسکتا ہے۔ایک اور مقام پر ارشاد باری ہے،

﴿للفقراء المھاجرین الذین اخر جوا ....﴾(وہ مال) ان فقرا مہاجرین کیلئے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیئے گئے یہ لوگ اللہ کا فضل اور رضا چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں،

یہی لوگ صادق ہیں،(سورۃ الحشر ۸)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کے صادق ہونے کا ذکر فرمایا ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو انہی صادق لوگوں نے خلیفہ بلافصل نامزد کیا تھا اور اعلان فرمایا تھا کہ ان کے ہوتے ہوئے کوئی اور انسان خلافت مصطفیٰ کا حقدار نہیں ہوسکتا، خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے، ﴿قد ملك رسول الله ﷺ فمن الذی یوخرك﴾ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو آگے بڑھایا تھا، اب کون شخص آپ کو پیچھے کرسکتا ہے، (مدارج النبوۃ) لہذا اگر آپ کو خلیفہ بلافصل نہ تسلیم کیا جائے تو تمام مہاجرین کاذب قرار پائیں گے اور یہ نص قرانی کی مخالفت ہے، ایک اور مقام پر ارشاد باری ہے،

﴿قل للمخلفین من الاعراب.........﴾ آپ ان پیچھے رہ جانے والے اعرابیوں سے فرمائیے کہ عنقریب تم کو ایسی قوم کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے بلایا جائے گا جو بہت جنگجو ہے، تم ان کے ساتھ جنگ کرتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے، اگر تم نے اطاعت کی تو تمہیں بہت اچھا اجر عطا کرے گا، اور اگر نافرمانی کی جس طرح پہلے نافرمانی کر چکے ہو تو اللہ تمہیں دردناک عذاب سے دوچار کرے گا، (سورۃ الفتح:۱۶)

تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہی اعراب کو بنوحنیفہ، منکرین زکوۃ اور دیگر مرتدین کے خلاف جہاد کرنے کے لئے دعوت دی تھی، اس آیت کریمہ میں گویا آپ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور مخالفت پر دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے، جب اعراب کو دعوت جہاد دینے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں تو آپ کی خلافت وامامت واجب الامر ہوگی، اگر اس سے مراد فارس وروم کے کفار ہوں تو پھر بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ ان دیار کفر کے خلاف بھی سب

سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دعوت جہاد دی تھی اور عساکر اسلامی کو تیار کیا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور میں نہ کافروں مشرکوں کے خلاف جہاد ہوا اور نہ ہی مرتدوں کے خلاف کوئی معرکہ لڑا گیا، لہٰذا ان کے دور کا یہاں ذکر نہیں ہے، ایک اور مقام پر ارشاد باری ہے،

﴿اھدنا الصراط المستقیم ٥ صراط الذین انعمت علیھم﴾

(اے اللہ) ہمیں سیدھے راستے پر چلا، ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام فرمایا، (سورۃ الفاتحہ)

حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، یہ آیت کریمہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت پر دلیل ہے، اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ انعام یافتہ لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ انبیا کرام، صدیقین، شہدا اور صالحین ہیں، اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ صدیقین کے سرتاج اور سردار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں لہٰذا آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہ راستہ مانگنے کا حکم دیا ہے جس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات گامزن ہیں، اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غلط ہوتے تو ان کی پیروی ہرگز جائز نہ ہوتی، اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ آیت کریمہ امامت صدیقی پر دلیل کامل ہے، (تفسیر کبیر ۱: ۲۶۰) ایک اور مقام پر ارشاد باری ہے،

﴿ وعد اللہ الذین امنوا .... من قبلھم﴾ اللہ نے ایمان والوں سے وعدہ فرمایا کہ تم میں سے جو اچھے عمل کرے وہ اس کو ضرور زمین میں خلافت عطا کرے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو عطا فرمائی،

حضرت امام محمود آلوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، اکثر علما کرام نے خلفائے اربعہ کی خلافت کے برحق ہونے پر اس آیت کریمہ سے دلیل حاصل کی ہے کیونکہ اللہ نے حضور

اقدس ﷺ کے روبرو مومنوں کو خلافت عطا کرنے، دین میں استحکام بخشنے اور دشمنوں سے محفوظ رکھنے کا وعدہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہونا ضروری ہے، ورنہ وعدے کا خلاف لازم ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے حق میں ممتنع ہے، پھر یہ ساری خوشخبری خلفائے اربعہ کے دور میں واقع ہوئی تو اس لحاظ سے ان میں سے ہر ایک برحق خلیفہ ہوگا۔ (روح المعانی ۱۸: ۲۰۵) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفا کرام کو بالترتیب اللہ تعالیٰ نے خلافت سے سرفراز فرمایا ہے، اب کسی ایک کی خلافت کا انکار دراصل اللہ تعالیٰ کی رحمت و موہبت کا انکار ہوگا، حضرت امام قرطبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کی خلافت کی ضامن ہے، کیونکہ وہی لوگ (سب سے پہلے) ایمان اور حسن اعمال کے اہل ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی، حضرت ابن عربی رحمہ اللہ نے احکام میں اس قول کو اختیار فرمایا ہے کہ یہ آیت خلافت اربعہ کا ثبوت ہے، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اپنی امانت عطا فرمائی، یہ خلفا کرام ویسے ہی دین برحق پر گامزن تھے، جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند فرمایا، یہی وجہ ہے کہ آج تک کوئی انسان بھی بزرگی میں ان سے مقدم نہیں، انہوں نے اسلامی سیاست کے لئے خود کو تیار کیا اور دینی سرحدوں کا تحفظ فرمایا، پس ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا عہد خلافت جاری ہوگیا، اگر یہ عہد ان کے لئے نہیں تو پھر اور کون اس کا زیادہ حقدار ہے، آج تک کوئی شخص بھی ان کا ہمسر نہیں ہوا، اس قول کو حضرت امام قشیری علیہ الرحمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے (تفسیر قرطبی) ایک اور مقام پر ارشاد باری ہے،

﴿واذا سر النبی .... العلیم الخبیر ٥﴾ اور جب نبی نے اپنی ایک بیوی سے ایک راز کی بات فرمائی پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھی اور اللہ نے

اسے نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے اسے کچھ جتایا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی،
پھر جب نبی نے اسے خبر دی تو بولی حضور کو کس نے بتایا، فرمایا، مجھے علم
والے خبردار نے بتایا، (سورۃ التحریم:۳)

حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے تحریم ماریہ اور اس کو صیغہ راز میں رکھنے کیلئے سرگوشی فرمائی، بعض نے فرمایا کہ جب حضور اقدس ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر غیرت کو ملاحظہ کیا تو انہیں خوش کرنے کے لئے دو چیزوں کے بارے میں سرگوشی فرمائی، ایک تحریم ماریہ اور دوسری خلافت ابوبکر اور اس کے بعد خلافت عمر کی بشارت، یہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے (تفسیر کبیر ۳۰:۴۳) مفسر شیعہ جناب ابوالحسن علی القمی بھی لکھتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت حفصہ بنت عمر کو فرمایا، ﴿ ان ابا بکر یلی الخلافۃ بعدی ثم من بعدہ ابوک ﴾ تحقیق میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہوں گے اور ان کے بعد تمھارے والد عمر خلیفہ ہوں گے، (تفسیر قمی ۲:۳۷۶) علامہ طبرسی بھی لکھتے ہیں، زجاج سے مروی ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ نے حضرت ماریہ کو اپنے اوپر حرام فرمالیا تو حضرت حفصہ کو خبر دی کہ میرے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے، (مجمع البیان ۱۰:۳۱۴) علامہ فیض کاشانی شیعی نے بھی لکھا ہے، حضور اقدس ﷺ نے ام المومنین حضرت حفصہ سے فرمایا، میں تمہیں ایک راز کی بات بتاتا ہوں، تم کسی کو بتاؤ تو تم پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی، انہوں نے عرض کی، ہاں، پھر آپ نے فرمایا، میرے بعد ابوبکر کو خلافت ملے گی اور ان کے بعد عمر کو، انہوں نے عرض کی، حضور آپ کو یہ بات کس نے بتائی ہے، آپ نے فرمایا مجھے یہ بات اللہ علیم وخبیر نے بتائی ہے، (تفسیر صافی ۴/۷۱۶) اس تفسیر کے لئے مندرجہ ذیل کتابیں

بھی گواہی دے رہی ہیں ،(روح المعانی ۲۸: ۱۵۱،تفسیر جمل ۴: ۳۶۵،تفسیر بحر محیط ۸: ۲۹۰،تفسیر قرطبی ۱۸: ۱۲۳،تفسیر مظہری ۹: ۳۳۹) ایک اور مقام پر ارشاد باری ہے،

ثانی اثنین اذھما۔۔۔۔ (سورۃ التوبہ)

ترجمہ: دو کا دوسرا جب وہ دونوں غار میں تھے،

حضرت امام عبداللہ قرطبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ،بعض علما کرام کا فرمان ہے، یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے، اس لئے کہ خلیفہ وہی ہوتا ہے جو ثانی ہو، میں نے اپنے بزرگ امام ابو العباس احمد بن عمر علیہ الرحمہ سے سنا کہ صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ثانی اثنین کہلانے کے حقدار ہیں، جس کام کو بھی حضور اقدس ﷺ نے قائم کیا، ان کے بعد اس کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قائم رکھا، وصال مصطفٰے کے بعد قبائل عرب مرتد ہو گئے تو مکہ اور مدینہ اور جواثا کے علاوہ کہیں بھی اسلام باقی نہ رہا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر سے لوگوں کو دین کی دعوت دیتے اور ان کو دین میں داخل کرنے کیلئے برسر پیکار ہوتے رہے، جس طرح یہ کام حضور اقدس ﷺ نے فرمایا تھا، لہذا آپ ہی کو ثانی اثنین کہنا درست ہے، (تفسیر قرطبی ۸: ۹۶) بقول اقبال ؎

ہمت او کشت ملت را چوں ابر
ثانی اسلام و غار و بدر و قبر

خلافت صدیقی پر نبوی اشارے

قرآن پاک کے بعد حضور سرور لولاک ﷺ کے فرمان پاک سے چند نظائر و شواہد پیش کئے جاتے ہیں، جن کا ایک ایک لفظ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کی روشن برھان ہے، بس اتنا ضرور ہے کہ ؎

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

﴿۱﴾

حضرت عصمہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنوخزاعہ کا ایک آدمی میرے پاس آیا اور کہنے لگا میں حضور اقدس ﷺ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ سے پوچھوں، جب آپ دنیا سے چلے جائیں گے تو ہم صدقے کے مال کس کے پاس لایا کریں گے، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا، ابوبکر کے پاس، پھر اس نے سوال کیا کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی دنیا سے چلے جائیں گے تو پھر، آپ نے فرمایا، عمر کے پاس، اس نے کہا، جب عمر بھی وفات پا جائیں گے تو پھر، آپ نے فرمایا، عثمان کے پاس، اس نے کہا جب عثمان بھی وفات پا جائیں گے تو پھر، آپ نے فرمایا پھر اپنی جانوں کو دیکھنا۔ (طبرانی ۲:۱۸۰)

﴿۲﴾

حضرت سہل بن حثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ خرید و فروخت کی اور پوچھا کہ آپ کا وصال ہو جائے تو آپ کے قرض کا کون ذمہ دار ہوگا، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا، ابوبکر ذمہ دار ہوگا، اس نے پوچھا، ان کی وفات کے بعد کون ذمہ دار ہوگا، آپ نے فرمایا، عمر، (عمدۃ القاری ۱۶:۱۷۸)

﴿۳﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں محو خواب تھا کہ اپنے آپ کو ایک کنوئیں پر ملاحظہ فرمایا، کنویں پر ایک ڈول تھا، میں نے کنویں سے اتنا پانی باہر نکالا جتنا اللہ نے چاہا، پھر وہ ڈول مجھ سے ابوبکر نے لے لیا، اس نے ایک یا دو ڈول پانی نکالا مگر ڈول نکالنے میں کمزوری تھی، اللہ اس کو معاف فرمائے، پھر

وہ ڈول بڑا ہو گیا تو اسے عمر نے پکڑ لیا، میں نے ڈول نکالنے میں عمر سے زیادہ کوئی باہمت نہیں دیکھا، جہاں تک کہ انسان اونٹوں کی طرح سیراب ہو گئے۔ (بخاری، مسلم باب المناقب)

اس فرمان میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک یا دو ڈول نکالے اور ڈول نکالنے میں جو کمزوری تھی تو یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی خلافت دو سال تک رہے گی اور اس میں اسلام اور اہل اسلام کے شدید امتحانات رونما ہوں گے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نہایت ہمت اور طاقت کے ساتھ ڈول کھینچنا اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کی خلافت میں اسلام کا بھرپور غلبہ ہو جائے گا اور دور دور تک عظمت توحید و رسالت کے پرچم لہرائے جائیں گے۔

﴿۴﴾

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الخلافة بعدی ثلاثون سنة ثم تکون ملکا﴾ میرے بعد خلافت تیس سال تک ہوگی، اس کے بعد بادشاہت ہوگی، حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، یہ مدت اس طرح ہوتی ہے کہ خلافت ابو بکر دو سال، خلافتِ عمر دس سال، خلافت عثمان بارہ سال اور خلافت علی چھ سال تک جاری رہی۔ (طبرانی ۱:۵۵، دلائل النبوۃ للبیہقی ۶:۳۴۲)

﴿۵﴾

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں نے رات کو ایک مرد صالح کو ملاحظہ کیا، بے شک ابو بکر صدیق رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ملحق تھے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ ملحق تھے اور عثمان غنی ان کے ساتھ ملحق تھے، حضرت جابر فرماتے ہیں کہ جب ہم بارگاہ رسول سے نکلے تو کہنے لگے مرد صالح سے

مراد خود رسول اللہ ﷺ ہیں اور جوان کے ہمراہ ہیں وہ اس کام پر فائز ہیں جس کیساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مبعوث فرمایا ہے، (صحیح ابن حبان ۹:۳۰)

﴿ ۶ ﴾

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت حضور اقدس ﷺ نے مسجد کی بنیاد قائم کی تو آپ نے پہلا پتھر رکھ کر فرمایا، ابو بکر میرے پتھر کے ساتھ پتھر رکھے، پھر فرمایا، اب عمر، ابو بکر کے پتھر کے ساتھ پتھر رکھے، پھر فرمایا، اب عثمان، عمر کے پتھر کے ساتھ پتھر رکھے، اس کے بعد ارشاد فرمایا، ﴿ھو لاء الخلفاء من بعدی﴾ میرے بعد یہ ہیں خلفا ایک روایت میں ہے، میرے بعد یہ ہیں میرے حکم کے والی، (دلائل النبوۃ ۲:۵۵۳) حضرت امام حاکم علیہ الرحمہ نے مستدرک میں فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے،

﴿ ۷ ﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک باغ میں داخل ہو گئے، کوئی آیا اور دروازے پر دستک دینے لگا، آپ نے فرمایا، انس، دروازہ کھولو اور آنے والے کو جنت کی اور میرے بعد میری خلافت کی خوشخبری سنا دو، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ، کیا میں اسے بتا دوں، آپ نے فرمایا، بتا دو، ﴿فاذا ابوبکر رضی اللہ عنہ فقلت ابشر بالجنۃ و بالخلافۃ من بعد النبی ﷺ﴾، وہ حضرت ابو بکر تھے، میں نے انہیں جنتی ہونے اور نبی اکرم ﷺ کے بعد خلیفہ ہونے کی بشارت سنائی؛ پھر کسی اور آدمی نے دروازے پر دستک دی تو آپ نے فرمایا، دروازہ کھول دو اور اسے بھی جنت کی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کی بشارت سنا دو، میں نے عرض کیا، میں اسے بتا دوں، آپ نے فرمایا، بتا دو، میں باہر نکلا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا، میں نے انہیں بھی بشارت سنا دی، پھر کوئی اور آدمی آ گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا، انس، اس کے لئے بھی دروازہ کھول دو اور

اسے بھی جنت کی اور عمر کے بعد خلافت کی بشارت سنا دو اور یہ (بھی کہہ دو) کہ وہ قتل کیا جائے گا، میں نے باہر نکل کر دیکھا تو حضرت عثمان تھے، وہ بھی اندر آ گئے اور کہا، اللہ کی قسم میں کبھی نہیں بھولا اور نہ میں نے کسی چیز کی آرزو کی ہے اور جب سے رسول اللہ کی بیعت کی ہے اس ہاتھ سے کبھی اپنی شرم گاہ کو نہیں چھوا، آپ نے فرمایا، یہ صحیح ہے۔ (دلائل النبوۃ ابونعیم: ۳۸۳)

﴿۸﴾

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں نے ابوبکر اور عمر کو آگے نہیں رکھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آگے رکھا ہے، لہذا ان کے ساتھ ثابت قدم رہو گے تو ہدایت یافتہ رہو گے اور جس نے ان کی توہین کی، اس کو قتل کر دو کیونکہ اس نے میری اور اسلام کی توہین کی۔ (فردوس الاخبار ۳: ۳۶۵)

﴿۹﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میرے بعد ابوبکر اور عمر کی پیروی کرنا، عمار کی ہدایت سے ہدایت حاصل کرنا اور عبداللہ بن مسعود کا عہد مضبوطی سے پکڑنا۔ (مسند احمد ۵: ۴۰۱)

﴿۱۰﴾

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں وصال مصطفیٰ سے پانچ راتیں پہلے حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ اپنے ہاتھ اٹھا کر فرما رہے تھے، ہر نبی نے اپنی امت سے ایک خلیل بنایا ہے، بے شک میری امت سے میرا خلیل ابوبکر ہے، اور خبردار، اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے جس طرح حضرت ابراھیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا۔ (طبرانی فی الکبیر ۱۹: ۴۱) اگرچہ بخاری و مسلم کی روایات میں خلیل نہ بنانے کا ذکر ہے۔ مگر ان میں بھی یہ آرزو موجود ہے کہ اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا، ہوسکتا ہے

اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ اجازت بھی عطا فرمادی ہو، کیونکہ آپ کی کوئی آرزو ایسی نہیں جس کو حق تعالیٰ نے کمال رحمت سے پورا نہ فرمایا ہو، اس اجازت کا ذکر اس حدیث مبارک میں دکھائی دے رہا ہے۔

﴿11﴾

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو اپنے اصحاب باصفا سے فرمایا، میرے ہمراہ قباوالوں کے پاس چلو تاکہ ہم ان کو سلام کہیں، صحابہ کرام آپ کے ہمراہ آئے اور سلام کہا، انہوں نے بھی آپ کو مرحبا کہا، پھر آپ نے فرمایا، اے اہل قبا، اس سیاہ پتھروں والی سرزمین سے پتھر اٹھالاؤ، کافی پتھر اکھٹے کردیے گئے تو آپ نے اپنے عصا مبارک سے ان کے قبلہ کا خط کھینچا اور ایک پتھر اس خط پر رکھ دیا، پھر فرمایا، اے ابوبکر ایک پتھر اٹھاؤ اور میرے پتھر کے پہلو میں رکھ دو، پھر فرمایا اے عمر ایک پتھر اٹھاؤ اور ابوبکر کے پتھر کے ساتھ رکھ دو، پھر فرمایا، عثمان تم بھی ایک پتھر اٹھاؤ اور عمر کے پتھر کے ساتھ رکھ دو، اس کے بعد دوسرے لوگوں سے فرمایا، ہر آدمی اپنا اپنا پتھر اس خط پر اپنی مرضی کے مطابق رکھ دے۔ (طبرانی،۲: ۳۴۰)

﴿احد عشر کو کبا﴾

مال فدک کا معاملہ

علما کرام نے فدک کے بارے میں لکھا ہے کہ فدک خیبر کا ایک علاقہ ہے جس میں کھجور کے باغات اور چشمے ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ علاقہ اپنے نبی محترم ﷺ کو ''فیئ'' کے طور پر عطا فرمایا تھا، یہ علاقہ مدینہ منورہ سے دو یا تین دن کی مسافت پر واقع ہے، جب حضور اقدس ﷺ خیبر پہنچے اور تین قلعوں کے علاوہ تمام قلعوں کو فتح کرلیا اور آپ نے ان کا شدید محاصرہ کیا تو ان قلعہ والوں نے پیغام بھیجا کہ آپ انہیں جلاوطن ہونے دیں تو وہ قلعوں کے دروازے کھول دیں گے، آپ نے ان کی یہ شرط

قبول فرمالی، جب اہل فدک کو یہ اطلاع ملی تو انہوں نے بھی یہ پیغام بھیجا کہ وہ فدک کے پھلوں اور دیگر مالوں کا نصف دے کر صلح پر تیار ہیں، آپ نے ان کی شرط بھی منظور فرمالی، چنانچہ فدک کا علاقہ وہ تھا جس کی فتح کے لئے مجاہدین اسلام نے اپنی سواریاں نہیں دوڑائی تھیں، یہ زرخیز علاقہ رسول اللہ ﷺ کے تصرف خاص میں تھا، آپ اس کی آمدن سے عام مسلمانوں اور مسافروں کی امداد کیا کرتے تھے، جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دیگر اہل بیت نے حصول فدک کا مطالبہ کیا آپ نے فرمایا، اے بنت رسول اللہ! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کی ہیں وہ میرے بعد مسلمانوں پر صدقہ ہیں، حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ذریعے فدک کا مطالبہ کیا تو آپ نے جواب دیا، میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ ہم گروہ انبیا کا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا، ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے، یہ مال میری آل اور مہمانوں کی ضروریات کے لئے ہے اور جب میں وصال کر جاؤں گا تو اس کا متولی وہ آدمی ہوگا جو میرے بعد مسلمانوں کا حکمران ہوگا، اس حدیث کو سننے کے بعد ازواج مطہرات وراثت کے سوال سے دستبردار ہوگئیں، (ملخصا معجم البلدان ۴:۲۳۸) جہاں تک اس حدیث مبارک کا تعلق ہے کہ ہم گروہ انبیا کا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا، یہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اختراع نہیں بلکہ اس کی نظیر حضرات شیعہ کی معتبر کتابوں میں بھی موجود ہے، مثلاً ابراہیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے سوال کیا، میں آپ پر قربان، کیا نبی محترم ﷺ تمام انبیا کے وارث ہیں، فرمایا، ہاں پس ہم وہ افراد ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا اور اس کتاب کا وارث بنایا جس میں ہر چیز کا بیان ہے، (الاصول من الکافی ۱:۲۲۶) حضرت ابوجعفر علیہ السلام نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ بے شک علی ابن ابی طالب

اللہ کی عطا ہیں، وہ علم اوصیا کے وارث ہیں اور علم سابقین کے وارث ہیں، اور محمد ﷺ سابقین انبیا و مرسلین کے علم کے وارث ہیں، (ایضا:۲۲۴) حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کا فرمان ہے کہ علما انبیا کے وارث ہیں کیونکہ انبیا درہم اور دینار کا وارث نہیں بناتے، اپنی احادیث کا وارث بناتے ہیں، (الاصول من الکافی ۱:۳۲) ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ انبیا و مرسلین کے وارث ہیں تو ظاہر ہے کہ ان کے مال و اسباب کے وارث نہیں بلکہ ان کے علوم و معارف کے وارث ہیں، اس طرح ائمہ اطہار بھی آپ کے علوم و معارف کے وارث ہیں، یہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا موقف تھا کہ انبیا کرام کی مالی وراثت نہیں ہوتی، علمی وراثت ہوتی ہے اور آپ کا یہ موقف صرف حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے نہیں تھا بلکہ ازواج رسول کے لئے بھی تھا جن میں آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں، کیا آپ نے اپنی صاحبزادی کا مال بھی غصب کر لیا تھا؟ درحقیقت یہ نہایت خلوص وللّٰہیت کے ساتھ احکام دین کو نافذ کرنے کا معاملہ تھا جس کی تائید قرآن پاک سے ہوتی ہے، علاقہ فدک "فیٔ" تھا اور اس کا اعتراف حضرات شیعہ نے بھی کیا ہے (مجمع البیان ۹:۲۶۰) فیٔ کے بارے میں قرآن پاک کا واضح حکم موجود ہے،

﴿ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القریٰ............﴾ اور جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے کہ تمہارے اغنیا کا مال نہ ہو جائے .... یہ ان فقرا مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکال دیئے گئے .... اور یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو مہاجرین کے آنے سے پہلے دار ہجرت میں رہتے ہیں اور مہاجرین سے پیار کرتے ہیں اور یہ ان لوگوں

کے لئے بھی ہے جو ان کے بعد آئیں گے اور یہ کہیں گے اے ہمارے رب ہماری بخشش فرما اور ہم سے پہلے مومنوں کی بخشش فرما، (سورۃ الحشر: ۷ تا ۱۰)

معلوم ہوا کہ "فیٔ" کی آمدن اللہ تعالیٰ کے راستے میں، رسول اللہ ﷺ، آپ کے رشتہ داروں، یتیموں مسکینوں، مسافروں، مہاجروں، انصاریوں اور بعد میں آنے والے مسلمانوں پر صرف ہوگی، چونکہ علاقہ فدک بھی فیٔ تھا اس لئے اس کی آمدن کے مصارف بھی یہی تھے، اب خود غور کرنا چاہئے کہ جس مال میں اتنے لوگوں کا حق ہو اس میں رسول اللہ ﷺ کی وراثت کیسے جاری ہوگی، وراثت تو تب جاری ہوگی جب کوئی مال کسی کی ذاتی ملکیت ہو، اللہ تعالیٰ نے فدک کو رسول اللہ کی ذاتی ملکیت قرار نہیں دیا، یہ وقف عام تھا اور وقف عام میں وراثت جاری نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ کا فرمان "کہ یہ تمہارے اغنیا کا مال نہ ہو جائے" بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے موقف کی تائید ہے۔ کیونکہ اگر فدک اہل بیت کی طرف منتقل کر دیا جاتا تو یہ نسل در نسل اہل بیت کے صاحبان ثروت میں گردش کرتا رہتا اور یہ قرآن پاک کی صریح مخالفت ہوتی، اسی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فدک کو اپنی ذاتی ملکیت بھی قرار نہیں دیا، انہوں نے اس کی آمدن کو اہل بیت اطہار اور عام مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ فرمایا، آپ کا ارشاد ہے، میں اس کی آمدن کو انہی مصارف پر خرچ کروں گا جن پر رسول اللہ ﷺ خرچ کرتے رہے، اور میں اس خرچ میں سے کسی چیز کو کم نہیں کروں گا، مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے کسی چیز کو کم کیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا، (بخاری ۱: ۴۳۵) ان کے بعد حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور بالخصوص حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی فدک کو قومی ملکیت ہی قرار دیا۔ اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا موقف غلط تھا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے ادوار خلافت میں کیوں نہ تبدیل

کیا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی وراثت کو کیوں نہ حقدار تک پہنچایا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وراثت غصب کر کے ظلم کیا ہے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے شہزادے نے بھی اولاد فاطمہ کی وراثت غصب کر کے ظلم کیا ہے؟ حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ ، حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں، آپ فرماتے ہیں، اگر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جگہ ہوتا تو فدک کے متعلق وہی موقف اختیار کرتا جو آپ نے کیا تھا، (سنن کبریٰ بیہقی ۶:۳۰۲) معلوم ہوا کہ خاندان اہل بیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فیصلے سے بالکل راضی تھا اور ایک دینی مسئلہ واضح ہو جانے کے بعد ان سراپا خلوص لوگوں کے بارے میں یہ خیال رکھنا کہ وہ خدا تعالیٰ کی جنتوں کے وارث ایک چھوٹے سے گوشہ زمین پر ہمیشہ کے لئے ناراض ہو گئے تھے، سراسر ناانصافی ہے اور عظمت آل رسول کے منافی ہے،

ایک اہم اشکال کا جواب

یہاں ایک اہم اشکال جنم لیتا ہے کہ جب قرآن و حدیث کے تمام دلائل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے موقف کی تائید کر رہے ہیں تو پھر حضرت خاتون جنت اور دیگر افراد اہل بیت نے مال فدک کا مطالبہ کیوں کیا، اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث ﴿ لا نورث ﴾ کا حکم حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا اور دیگر افراد اہل بیت کے نزدیک عام نہیں تھا، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام متروکات کو شامل ہو، اس لئے انہوں نے مطالبہ کر دیا، جبکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کا حکم عام تھا اور آپ کے تمام متروکات کو شامل تھا اس لئے انہوں نے وراثت جاری کرنے سے انکار کر دیا، یہ ایک اجتہادی مسئلہ تھا۔

جس میں ایک مجتہد کا دوسرے مجتہد کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں، کیونکہ بعض مسائل میں اجتہادی اختلاف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ

الزہرا رضی اللہ عنہا کے درمیان بھی واقع ہوا ہے، اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ان سے ناراض بھی ہوئی ہیں، مثلاً صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ابوجہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام دیا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، فاطمہ مجھ سے ہے اور مجھے خوف ہے کہ وہ کسی دینی امتحان میں پڑ جائے گی، پھر آپ نے بنوعبد شمس سے اپنے داماد (عاص بن ربیع) کی تعریف کی کہ اس نے مجھ سے سچ کہا اور وعدہ پورا کیا، میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ حرام کو حلال کرتا ہوں، لیکن اللہ کی قسم رسول اللہ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں، (صحیح بخاری ۱:۴۳۸) ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ علی میری بیٹی کو طلاق دے دیں تو پھر اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتے ہیں، کیونکہ میری بیٹی میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جو چیز اسے بے قرار کرتی ہے وہ مجھے بھی بے قرار کرتی ہے اور جو چیز اس کو تکلیف دیتی ہے مجھے بھی تکلیف دیتی ہے، (سنن ابی داؤد) حضرات شیعہ نے بھی اس سے ملتا جلتا واقعہ بیان کیا ہے جس میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کا گھر چھوڑ کر کاشانہ نبوت میں آگئی تھیں، (جلاء العیون ۱:۲۱۲) یہ اجتہادی اختلاف ہے، اس سے اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بری الذمہ ہیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کیوں نہیں؟ جس طرح حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے راضی تھیں اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی راضی تھیں، دراصل مطالبہ فدک کے بعد آپ نے گوشہ نشینی اختیار فرمائی اور اپنے والد گرامی حضور سید العرب والعجم ﷺ کے فراق میں ہر قسم کے دنیوی معاملات کو یکسر ترک کر دیا تو راویوں نے یہ سمجھ لیا کہ آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوگئی تھیں، حالانکہ ایسا ہرگز نہیں تھا جیسا کہ ایک شیعہ عالم کمال الدین بحرانی نے بھی رقم کیا ہے:

"حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو سننے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا،

اے تمام عورتوں کی سردار اور خیر العباد کی لخت جگر! اللہ کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ذرا تجاوز نہیں کیا، میں نے صرف آپ کے حکم پر عمل کیا ہے، آپ فدک کی آمدن سے اپنی خوراک حاصل کرتے اور باقی حقداروں میں تقسیم فرما دیتے تھے، اس آمدن سے جہاد کی سواریاں تیار کرتے تھے، میں اللہ تعالیٰ کو ضامن بنا کر کہتا ہوں کہ میں بھی اس آمدن کو اسی طرح خرچ کروں گا جس طرح رسول اللہ ﷺ خرچ کرتے تھے، اس وضاحت پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا راضی ہو گئیں اور اس پر عمل کرنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ (شرح نہج البلاغہ ۵:۱۰۷)

اس طرح کی حدیث امام بیہقی نے بھی بیان کی ہے جس میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی رضا مندی کا ثبوت ہے، پھر ایسی روایات بھی تمام مکاتب فکر کی کتابوں میں درج ہیں جن سے خاندان اہل بیت کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تعلقات کے حقائق موجود ہیں، حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو آخری غسل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے دیا تھا، ان کا جنازہ بھی انہوں نے تیار کیا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی تھی، یہاں اہل خلوص کو ناراضی کی کوئی وجہ دکھائی نہیں دیتی، وہ تمام لوگ ﴿رحماء بینھم﴾ کی عملی تفسیر تھے اور ﴿فالف بین قلوبکم﴾ کی حسین تعبیر تھے۔

ہم یہاں یہ بھی عرض کرتے چلیں کہ یہ کوئی واحد اختلاف نہیں تھا جو حضرت ابوبکر اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے درمیان رونما ہوا۔ صحابہ کرام کے درمیان فقہی، علمی اور اجتہادی مسائل میں اختلافات ہوتے رہتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کئی مسائل میں صحابہ کرام کا اجتہادی اختلاف تھا، جس طرح حضور اقدس ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اذیت کو اپنی اذیت قرار دیا ہے اس طرح حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا کی اذیت کو بھی اپنی اذیت قرار دیا ہے، ہمارا سوال ہے کیا صحابہ کرام بالخصوص حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اجتہادی اختلاف کر کے رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچائی ہے؟ اس میں کسی ایک کا دوسرے کو اذیت پہنچانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ وہ لوگ سراپا خلوص تھے، ایک مسئلے کی تحقیق میں اگر کوئی اختلاف ہو جاتا تو وہ بھی خلوص پر مبنی ہوتا تھا، جب دوسرے کی دلیل میں وزن دیکھ لیتے تو فوراً رجوع کر لیتے تھے، جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، آج اگر علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہو جاتا، حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے جب حدیث رسول سے استدلال سنا اور خلیفہ برحق کے اخلاص قلبی پر مبنی جذبات دیکھے تو فوراً مطالبے سے دستبردار ہو گئیں، اب اس میں ناراضی والی کون سی بات تھی، ان پاک باز انسانوں کے بارے میں اس طرح کی سوچ سے اجتناب کرنا چاہئے،

ایک اور وہم کا ازالہ

بعض حضرات کا یہ وہم وگمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو اس وقت فدک عطا فرما دیا تھا جب آیت کریمہ ﴿وات ذا القربیٰ حقہ﴾ یعنی قرابت داروں کو حق عطا کیجئے، نازل ہوئی تھی، اس وہم کے متعدد جواب ہیں، اولاً، تمام مکاتب فکر کی کتابوں سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے فدک کو رسول اللہ ﷺ کی وراثت سے لینے کا مطالبہ کیا تھا اور وراثت اسی مال میں جاری ہوتی ہے جو کسی کو ہبہ نہ کیا گیا ہو لہٰذا مطالبہ میراث سے دعویٰ ہبہ باطل ہو گیا، (شرح مسلم ۵:۴۲۴) ثانیاً؛ حضور اقدس ﷺ نے سات ہجری میں فدک کو حاصل کیا اور یہ زمانہ مسلمانوں پر نہایت سخت تھا، اس عسرت و افلاس کے عالم میں بہت سے لوگوں کو کئی دن کھانا میسر نہ آتا تھا، پھر جہاد کی تیاری کے لئے، اہل اسلام کی کفالت کے لئے اور اسلام کی اشاعت کے لئے بھی کافی سرمایہ درکار تھا، اس حالت میں

چوبیس ہزار یا ستر ہزار دینار کی سالانہ آمدن کو صرف حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے حوالے کر دینا عقل ونقل کے خلاف معلوم ہوتا ہے، پھر آپ کے سیرت نبویہ بھی زمانے کے سامنے روشن ہے کہ آپ اپنے خاندان کیلئے دنیا کا مال وزر ہرگز پسند نہیں کرتے تھے، ایک مرتبہ خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے ایک کنیز کا مطالبہ کیا تو آپ نے تسبیح پڑھنے کی تلقین فرمائی اور ایثار وقربانی کا درس دیا۔ ثالثاً، اگر ستر ہزار دینار کی آمدن والا علاقہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو عطا کر دیا گیا تھا تو آپ کو چاہئے تھا کہ غزوہ تبوک جیسے عسرت انگیز معرکے میں ہزاروں دینار رسول اللہ ﷺ کے حضور پیش کرتیں اور آپ کی دریادلی سے اسی سخاوت کی توقع کی جاتی ہے، مگر کسی روایت سے کوئی ایسا واقعہ ثابت نہیں ہوتا، رابعاً، مذکورہ آیت کریمہ کے نازل ہونے پر عطائے فدک کا دعویٰ اس لئے بھی غلط ہے کہ یہ آیت کریمہ مکی ہے اور مکہ میں فدک کہاں، مکمل آیت میں مسکینوں اور مسافروں کو بھی کچھ عطا کرنے کا حکم ہے تو چاہئے تھا کہ ان کو بھی کچھ عطا کرتے تا کہ تمام آیت پر عمل ہو جاتا لیکن ان کو عطا کرنے کا ذکر تک نہیں، خامساً، اس آیت کریمہ کے نازل ہونے پر عطائے فدک کے ثبوت کیلئے ایک روایت بھی پیش کی جاتی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ کو بلایا اور فدک عطا فرما دیا۔ (کشف الاستار۳:۵۵)

اس روایت میں عباد بن یعقوب، ابو یحییٰ تمیمی، فضیل بن مرزوق، عطیہ اور ابو سعید کلبی جیسے راوی ہیں جو ضعیف اور شیعہ ہیں، اس کا ثبوت اسماء الرجال کی کتابوں میں پایا جاتا ہے لہذا یہ روایت نا قابل اعتبار ہے، چنانچہ یہی حقیقت ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فدک اپنے خاندان کے کسی فرد کو عطا نہیں فرمایا تھا، یہ تمام اہل اسلام کے لئے وقف تھا، اسی پر تمام خلفائے راشدین اور صحابہ وتابعین کا اتفاق ہے۔ اور اس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رضا کے نقوش ثبت ہیں،

مسائل کا مردانہ وار مقابلہ

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ۱۱ھ کو مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے تو ایک دم بہت سے مسائل وحوادث نے یلغار کر دی مگر تائید ایزدی، رحمت مصطفوی، فراست فاروقی، دولت عثمانی اور ضربت حیدری آپ کے ہمراہ تھی، آپ ہر میدان میں ثابت قدم رہے، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان بالکل درست ہے کہ واقعی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ بہادر انسان تھے، تاریخ عالم حیران اور ششدر ہے کہ دو سال کے قلیل عرصے میں اتنے تند و تیز طوفانوں کا خاتمہ کرنے کے بعد قیصر و کسریٰ جیسی عظیم طاقتوں کو للکارنا اس نائب مصطفیٰ کا تاریخ ساز کارنامہ ہے۔ ذیل میں ان مسائل وحوادث کا ذکر کیا جاتا ہے اور ان کے تدارک کے لیے آپ کسے عملی اقدام کی ولولہ انگیز داستان رقم کی جاتی ہے۔

قبائل عرب میں شورش

حضور اقدس ﷺ کی حیات ظاہری میں تمام عرب نے اسلام قبول کر لیا تھا لیکن دور دراز کے قبائل کے سینوں میں ابھی اسلام کا رسوخ نہیں ہوا تھا کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے، جب ان قبائل کو وصال رسول کی خبر ملی تو وہ سلطنت مدینہ کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو گئے، اس شورش کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ وہ کسی ایک مرکز کے ماتحت جمع ہو کر ایک منظم زندگی بسر کرنے کو اپنی آزادی اور خود مختاری کے منافی سمجھتے تھے، خصوصاً زکوۃ کی ادائیگی کو وہ غلامی اور محکومی کی علامت تصور کرتے تھے، لہذا انہوں نے موقع ملتے ہی مرکز اسلام سے انحراف کر دیا، قبائل عرب کے درمیان سیاسی اتحاد کا زبردست فقدان تھا، یہی فقدان ان کے ارتداد کا باعث بن گیا، عرب میں، یہود اور نصاریٰ بھی آباد تھے جو روز اول سے اہل اسلام کی ترقی کے شدید مخالف تھے، انہوں نے بھی قبائل کو فتنہ پردازی پر خوب مائل کیا اور اپنا انتقام

لینے کی کوشش کی، ان باغی عناصر کو بیرونی ممالک نے بھی امداد فراہم کی جس سے وہ مزید منہ زور ہو گئے، ان اسباب پر نائب رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گہری نظر تھی چنانچہ آپ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لشکر کو موتہ کے شہدا کا انتقام لینے کے لئے روانہ فرمادیا، یہ لشکر خود حضور اقدس ﷺ روانہ فرما چکے تھے مگر آپ کے وصال کی جانکاہ خبر سن کر یہ لشکر راستے سے ہی واپس آگیا تھا، آپ نے سب سے پہلے اس کی روانگی کا حکم صادر فرمایا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جری انسان نے بھی مخالفت کی، آپ نے فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مدینہ میں اتنا سناٹا چھا جائے کہ درندے آکر میری ٹانگیں نوچیں تو میں پھر بھی اس مہم کو نہیں روک سکتا جس کی روانگی کا حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا، جب امیر لشکر کی تبدیلی کا سوال ہوا تو فرمایا، اے ابن خطاب تیری ماں اولاد سے محروم ہو جائے کیا میں اس شخص کو لشکر کی امارت سے معزول کردوں جس کو خود رسول اللہ ﷺ نے مامور فرمایا تھا، پھر آپ اس لشکر کو الوداع کہنے کے لئے شہر سے باہر تشریف لے گئے، لشکر اسلام کا انیس سالہ سالار گھوڑے پر سوار تھا اور آپ اس کے ساتھ ساتھ دوڑ رہے تھے، سالار لشکر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے خلیفہ رسول! اللہ کی قسم آپ گھوڑے پر سوار ہو جائیں یا مجھے بھی اترنے کی اجازت دیں، آپ نے جواب دیا، نہ میں سوار ہوں گا اور نہ تمہیں پیادہ چلنے کی دعوت دوں گا، اگر میں ایک لمحہ راہ خدا میں اپنے قدم خاک آلود کرلوں تو میری شان میں کیا فرق پڑے گا، آپ واپس ہونے لگے تو اہل لشکر سے یوں خطاب فرمایا،

''میں تم کو دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں، خیانت، فریب اور عہد شکنی سے بچنا، کسی کی لاش کو نہ بگاڑنا، عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا، بھیڑ، بکری یا گائے، اونٹ کو کھانے کے علاوہ ذبح نہ کرنا، پھل دار درختوں کو نہ

کاٹنا، آبادیوں کو تباہ نہ کرنا، خانقاہوں کے راہبوں کو ان کے حال پر چھوڑ دینا، لوگ قسم قسم کے کھانے تمھارے پاس لائیں گے، ان کو اللہ کا نام لے کر کھانا، اطاعت گزاروں کے جان و مال کا احترام کرنا اور میدان جنگ سے پیٹھ نہ پھیرنا''، (ترمذی، طبری)

یہ لشکر جرات و شجاعت کے گہرے نقوش چھوڑتا ہوا روانہ ہوا اور خدا تعالیٰ کی حکمت و قدرت سے جنگلوں اور صحراؤں کو عبور کرتا ہوا سخت گرمی کے موسم میں بیس روز بعد بلقا پہنچ گیا، حضرت اسامہ نے فوج کے مختلف دستوں کو آبل اور قضاعہ کے قبائل پر دھاوا بولنے کے لئے روانہ کیا، ان جنگوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں بے شمار رومی قتل ہوئے اور کثیر مال غنیمت ہاتھ آیا، اس طرح وہ حضرت جعفر، حضرت زید اور حضرت ابن رواحہ کا انتقام لینے میں کامیاب ہو گئے، یہ لشکر تقریباً چالیس دنوں میں واپس لوٹ آیا، اس لشکر کی روانگی سے مسلمانوں کا کوئی نقصان نہ ہوا مگر وہ بے شمار فوائد و ثمرات سے مالا مال ہو گئے، سب سے بڑھ کر یہ کہ قبائل عرب پر سلطنت مدینہ کی قوت و ہیبت کی دھاک بیٹھ گئی، انہیں یقین کامل ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال با کمال کے بعد بھی زمام اقتدار ایک اولوالعزم انسان کے ہاتھ میں ہے، لہذا اہل اسلام کوئی تر نوالہ ثابت نہیں ہوں گے، اس کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فراست و ہمت کے قائل ہو گئے نیز اطاعت رسول کی برکتوں پر ان کا یقین اور مستحکم ہو گیا، قیصر و کسریٰ کی طاقتوں اور یہود و نصاریٰ کی سازشوں کو بھی شدید دھچکا لگا اور وہ آپ کی شخصیت سے خوفزدہ ہو گئے، قبائل عرب کی شورش کو فرو کرنے کیلئے آپ نے بہادر جرنیلوں کی قیادت میں لشکر تیار کئے جنھوں نے دیکھتے ہی دیکھتے ان کے عزائم کو خاک میں ملا دیا۔

منکرین زکوٰۃ کا احتساب کچھ قبائل ایسے بھی تھے جو اسلامی حکومت کے

وفادار تھے مگر انہوں نے زکوۃ کی ادائیگی سے انکار کردیا، جہاں تک کہ طلیحہ اسدی کا بھائی فوج لے کر ذوالقصہ کے مقام پر آ گیا اور ایک وفد حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ ان کو زکوۃ جیسے فریضے سے آزاد کردیا جائے، منکرین زکوۃ کے نازک ترین مسئلے میں اکثر صحابہ کرام بھی بہت پریشان تھے، ان کی رائے تھی کہ وہ توحید و رسالت کے قائل ہیں، صرف زکوۃ کی وجہ سے ان کے خلاف عسکری مہم کا آغاز کرنا مناسب نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہنے لگے، اے خلیفہ رسول، ان لوگوں کے ساتھ نرمی کا سلوک کیجئے آپ نے یہ جملہ سن کر فرمایا، اے عمر رضی اللہ عنہ، تم جاہلیت میں بڑے سخت تھے، مسلمان ہو کر اتنے کمزور ہو گئے ہو، وحی کا سلسلہ بند ہو چکا ہے، دین مکمل ہو چکا ہے، کیا میری زندگی میں اس کی کانٹ چھانٹ کی جائے گی، اللہ کی قسم اگر وہ زکوۃ میں رسی کا ایک ٹکڑا بھی دینے سے انکار کریں گے تو میں ضرور ان کے خلاف جہاد کروں گا، آپ نے اس عزم صمیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بنی عبس اور بنی ذبیان کے خلاف تیار ہونے والے لشکر کی خود قیادت فرمائی، لوگوں نے بہت روکا کہ آپ کو کوئی نقصان نہ ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے سکینت قلبی کا انعام پانے والا یہ مرد کامل اپنے فیصلے پر ڈٹا رہا، آپ کی جوانمردی اور بلند ہمتی کے سامنے قبائلی حیلہ پرستوں کے حوصلے جواب دے گئے، چنانچہ چند دنوں میں ہی تمام قبائل نے زکوۃ ادا کردی، بعض نے خود مدینہ شریف میں حاضر ہو کر جمع کروائی۔ اگر منکرین زکوۃ کے خلاف آپ اسقدر استقامت کا مظاہرہ نہ کرتے تو لوگ آہستہ آہستہ صوم و صلوٰۃ سے بھی برگشتہ ہو جاتے اور دین فطرت ایک بار پھر جاہلیت کی تاریک وادی میں گم ہو جاتا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم ہلاکت کے قریب پہنچ چکے تھے مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت حضرت ابوبکر کی صورت میں نمودار ہوئی، انہوں نے ہمیں دشمنان

دین کے خلاف جمع کر کے صف آرا کیا، اگر ابو بکر رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو ہم مٹ چکے ہوتے۔ (آفاقی تہذیب: ۲۰۱)

مدعیان نبوت کا خاتمہ

حضور اقدس ﷺ کی مبارک زندگی میں ہی کچھ مدعیان نبوت پیدا ہو گئے تھے، مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، طلیحہ بن خویلد وغیرہ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو عورتوں میں سے قبیلہ بنی تمیم کی عورت سجاح بنت خویلد نے بھی نبوت کا اعلان کر دیا، بعد ازاں اس نے مسیلمہ کذاب سے شادی کر کے اپنے پیروکاروں کی تعداد میں کافی اضافہ کر لیا، موتہ کی مہم کے بعد حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مدعیان نبوت کے خاتمے پر توجہ دی اور اس عظیم مشن کے لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسے بہادر جرنیل کو صحابہ کرام کے لشکر کی قیادت عطا فرمائی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے طلیحہ کی جماعت پر حملہ کیا اور اس کے پیروکاروں کو قتل کر دیا۔ طلیحہ بچ کر شام کی طرف بھاگ گیا اور تجدید اسلام کر کے مسلمان ہو گیا، اس کے بعد آپ مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ کے لئے روانہ ہوئے، ان سے پہلے دو جرنیل حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہما ناکام ہو چکے تھے، اس لئے مسیلمہ کذاب کے لشکر کے حوصلے بلند تھے، ادھر مسلمان بھی ختم نبوت کے پروانے بن کر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے بے قرار تھے، کذاب کے لشکر میں چالیس ہزار افراد تھے جبکہ مسلمانوں کی تعداد تیرہ ہزار تھی، میدان یمامہ میں حق و باطل کا یہ معرکہ گرم ہوا تو شروع میں کذاب کا پلہ بھاری رہا اور مسلمانوں کی جمعیت پریشان ہونے لگی، قریب تھا کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ جاتے، حضرت قیس بن ثابت، حضرت زید بن خطاب، حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ جیسے شیر دل صحابہ نے رجزیہ کلمات کے ساتھ باطل کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیا، ان کے مستانہ وار نعروں سے محمدی شیروں کا لہو گرم ہونے

لگا اور وہ اپنے قائد کے پرچم تلے آگے بڑھتے چلے گئے، اس قیامت خیز گھڑی میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کمال وارفتگی کے ساتھ "یا محمداہ یا محمداہ" کا نعرہ لگایا تو محبوب اقدس ﷺ کے اسم گرامی کی برکات کے نزول سے صحابہ کرام سیل رواں کی طرح باطل کے خس و خاشاک کو بہا کر لے گئے، اس طرح جنگ کی بساط الٹ گئی، مورخین لکھتے ہیں، مسیلمہ کذاب نے ایک باغ میں پناہ لی جس کے قرب و جوار میں اس کے دس ہزار لشکری واصل جہنم ہو چکے تھے، بالآخر حضرت وحشی کے ایک ہی وار سے اس جھوٹے مدعی نبوت کا خاتمہ بھی ہو گیا اور مسلمان اپنے آقا کی ختم نبوت کے حضور سرخرو ہو گئے۔ اس باغ کو "حدیقۃ الموت" کا نام دیا گیا ہے، سجاح کی سرکوبی کے لئے مسلمان بنو تمیم پہنچے تو اسے غائب پایا، بنو تمیم نے اطاعت قبول کر لی اور مشرف بہ اسلام ہو گئے، حضرت خالد نے ان کو معاف کر دیا، سجاح فرار ہو کر بصرہ پہنچی اور چند روز بعد مر گئی۔ اس کارنامے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بحرین، عمان اور مہرہ کے مرتدوں کے خلاف بھی مہمات کا آغاز کیا، ان مہمات کی قیادت کے لئے حضرت علاء حضرمی، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو تیار کیا، ان حضرات نے اپنے اپنے اہداف کو خوب بہادری کے ساتھ نشانہ بنایا، مرتدوں کو شکست دی اور بے شمار مال غنیمت لے کر واپس آئے۔ یمن اور حضرموت کے مرتدوں کو بھی صحابہ کرام نے کچل کر رکھ دیا، اس طرح تمام جزیرۂ عرب پر مسلمانوں کی شوکت وعظمت کے پرچم لہرانے لگے۔

جمع قرآن کا فریضہ

مسیلمہ کذاب کے خلاف ہونے والی جنگ میں بارہ سو کے قریب مسلمان شہید ہوئے جن میں سات سو قرآن دان اور ستر حفاظ کرام بھی تھے، اتنے بڑے قومی المیے کو محسوس کرتے ہوئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ پورے قرآن حکیم کو صفحات میں محفوظ کر لیا جائے، اگر

یہ فریضہ سرانجام نہ دیا گیا تو قرآن حکیم کا ایک بڑا حصہ ضائع ہو سکتا ہے، صحیح بخاری شریف میں ایک روایت موجود ہے، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے جنگ یمامہ کے بعد طلب فرمایا، میں حاضر خدمت ہوا تو دیکھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، آپ نے مجھے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشورہ ہے کہ جنگ یمامہ میں بہت سے قرا اور حفاظ شہید ہو چکے ہیں، اگر دیگر جنگوں میں ایسے ہی شہید ہوتے رہے تو بہت سا قرآن ضائع ہو جائے گا، لہذا میری رائے ہے کہ جمع قرآن کا حکم دیا جائے، میں نے حضرت عمر کو جواب دیا کہ جس کام کو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا، وہ کام ہم کیسے سرانجام دیں گے، حضرت عمر نے کہا کہ خدا کی قسم، یہ بہت ضروری کام ہے اور یہ کہ حضرت عمر میرے ساتھ اس معاملے میں اصرار کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے میرا سینہ کھول دیا اور میری رائے حضرت عمر کی رائے کے مطابق ہوگئی، پھر آپ نے مجھے فرمایا، تم جوان اور دانشور ہو، ہم تم پر کوئی تہمت نہیں لگا سکتے، پھر یہ کہ تم کاتب وحی بھی ہو، لہذا تم قرآن حکیم کو ایک جگہ جمع کرنے میں مصروف ہو جاؤ، خدا کی قسم یہ کام کسی پہاڑ کو منتقل کرنے سے بھی زیادہ مشکل تھا، میں نے ان سے اصرار کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی کھول دیا جس طرح حضرت ابوبکر اور عمر کا کھولا تھا، چنانچہ میں قرآن حکیم کو کھجور کی چھالوں، پتھر کی تختیوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرتا رہا، یہ صحیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہا، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ ان کے وصال کے بعد ان کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہا''

اس صحیفے کو بعد میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تمام بلاد اسلامیہ میں پھیلا دیا اور تمام امت آج تک اسی صحیفے پر متفق اور متحد ہے، قرآن پاک کو ایک جگہ جمع کرنا اور پھر اس صحیفے پر تمام امت کو اکٹھا کرنا حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔

صدیق اکبر کی فتوحات

اس زمانے میں ایران اور روم دو بڑی طاقتیں تھیں جن کا اثر ورسوخ پوری دنیا میں جاری تھا۔ مملکت ایران کا بادشاہ کسریٰ کے لقب سے اور مملکت روم کا فرمانروا قیصر کے لقب سے مشہور تھا، ایران کی سرحدیں افغانستان ترکستان اور روم تک پھیلی ہوئی تھیں، اس کے باشندے متمدن اور صنعت وحرفت میں ترقی یافتہ تھے، وہ سب آگ کی پوجا کیا کرتے تھے، ایران اور عرب کے درمیان عراق کا علاقہ ہے جس کا دارالحکومت حیرہ تھا، روم بھی بہت بڑی مملکت تھی، جس کا مذہب عیسائی تھا۔ بلقان، ایشائے کوچک، لبنان، شام، فلسطین، مصر، طرابلس، الجزائر، بحر روم کے جزائر اور عرب کے سرحدی قبائل مملکت روم کے ماتحت تھے، روم کا دارالحکومت قسطنطنیہ تھا جہاں بازنطینی خاندان کے حکمران حکومت کرتے آرہے تھے، یہ دونوں بڑی طاقتیں آپس میں برسر پیکار رہتی تھیں اور ایک دوسرے کے باشندوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑتی رہتی تھیں، ان باشندوں کو کسی ایسے سربراہ کی ضرورت تھی جو انہیں امن وسکون کا پیغام دیتا، چنانچہ رحمت باری نے امداد فرمائی تو انہیں اسلام کے دامن میں زندگی بسر کرنے کا موقع نصیب ہو گیا۔

فتح عراق کا نظارہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اندرونی شورشوں سے فارغ ہو چکے تھے، اب انہیں اس بات کا خیال تھا کہ اپنی سرحدوں کو مضبوط بنایا جائے، کیونکہ ایرانیوں کو جب بھی موقع ملے گا وہ عربوں پر حملہ کردیں گے، اس اثنا میں ایرانی مملکت کمزور ہو گئی، اس کا جابر و قاہر حکمران پرویز خسرو مر چکا تھا، اس کے بعد یکے

بعد دیگرے تین بادشاہ تخت نشین ہوئے، ایسے حالات میں ایران کے پڑوسی عرب قبائل کو دیرینہ انتقام لینے کا موقع مل گیا جو ہمیشہ سے ایرانیوں کے جبر و استحصال کا نشانہ بنتے رہتے تھے، عراق کے عرب قبیلہ وائل کے سردار حضرت مثنیٰ بن حارثہ شیبانی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عراق پر باقاعدہ حملہ کرنے کی اجازت طلب کی اور خصوصی امداد مانگی، ادھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مرتدین عرب اور مدعیان نبوت کی گوشمالی سے فارغ ہو چکے تھے، اس لئے انہیں اٹھارہ ہزار کے لشکر اسلام کے ساتھ فتح عراق پر مامور فرمایا گیا، ساتھ ہی نصیحت فرمائی،

"کسی عرب مزارع کو قیدی نہ بنایا جائے اور نہ اسے مارا جائے، نہ کوئی نقصان پہنچایا جائے، وہ بھی تمہارے جیسے عرب ہیں جو مدت سے اہل ایران کے ظلم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں، ان سے انصاف کا سلوک کیا جائے"

حضرت خالد نے جاتے ہی بانقیا اور بارسوایا کے حاکموں کو اطاعت گزار بنالیا، پھر ابلہ پہنچے اور عراق کے ایرانی حکمران ہرمز کو خط لکھا کہ تم اسلام قبول کرلو یا جزیہ دو یا لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ، یاد رکھو تمہیں ایسی قوم سے لڑنا پڑے گا جو موت کو اتنا ہی عزیز رکھتی ہے جتنا تم زندگی کو عزیز رکھتے ہو، ہرمز نے یہ خط ایران کے بادشاہ کو ارسال کر دیا اور خود حضرت خالد کے مقابلے میں اتر آیا، میدان کاظمہ میں دونوں لشکر آمنے سامنے ہو گئے، ہرمز کی فوج نے اپنے قدموں کو آہنی زنجیروں سے باندھ رکھا تھا تا کہ میدان جنگ سے کوئی فرار نہ ہو سکے، مسلمانوں نے اس بہادری اور پامردی سے جنگ کی کہ زنجیروں کے بھی ٹکڑے اڑا دیئے، اس جنگ کو جنگ سلاسل بھی کہتے ہیں، ایرانی لشکر کے قدم اکھڑ گئے اور وہ اپنا ساز و سامان چھوڑ کر بھاگ گئے، مسلمانوں نے دریائے فرات کو پار کر کے بھی ایرانیوں کا تعاقب جاری رکھا اور بڑے پل تک پہنچا کر دم لیا، اس جگہ پر شہر

بصرہ آباد ہے، ہرمز مارا گیا اور مسلمانوں کو اتنا مال غنیمت ہاتھ آیا کہ ہر مجاہد کو ایک ایک ہزار درہم کی رقم دی گئی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس جنگ کی فتح کی خبر سن کر بہت خوش ہوئے اور انہوں نے حضرت خالد کو ہرمز کی مرصع کلاہ عطا فرمائی جس کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی، یہ ان کی بہادری کا انعام تھا، شاہ ایران نے ہرمز کی مدد کیلئے قارن نامی سپہ سالار کی سرکردگی میں ایک لشکر جرار بھیجا، اسے مقام ندا میں ہرمز کی شکست فاش کی خبر موصول ہوئی تو وہ وہاں ہی رک گیا، حضرت خالد بھی مقابلے کے لئے وہاں پہنچ گئے، مقام ندار میں خوب گھمسان کا رن پڑا، تو حیدو رسالت کے متوالے یہاں بھی دل کھول کر لڑے اور قارن سمیت تیس ہزار سپاہیوں کو خاک وخون میں تڑپا گئے، اس جنگ میں ایران کے دوشہزادے بھی مارے گئے، مسلمانوں کو بہت زیادہ مال غنیمت میسر آیا، انہوں نے دشمن کے مددگاروں اور سپاہیوں کو جنگی قیدی بنالیا، مزارعین کو زمینوں پر قابض کیا، وصول خراج کے لئے کارندے مقرر کئے نیز اگلی فتوحات کے لئے بھی تیاریاں شروع کردیں، شاہ ایران اردشیر کو اپنی افواج کی ذلت آمیز بربادی کا بہت افسوس تھا، اس نے غضبناک ہوکر بہمن کی قیادت میں ایک بہت بڑے لشکر کو تیار کیا، اس بار اس نے یہ چال چلی کہ عربوں کے مقابلے میں عرب قبائل کی امداد حاصل کی، چنانچہ عراق کی سرحد پر عیسائی مذہب سے تعلق رکھنے والے عرب قبائل اور بنو بکر کے افراد جو اسلام دشمنی میں ہمیشہ سرگرم رہتے تھے، اپنے ساتھ ملالئے، بہمن ایران کا ممتاز اور بہادر ترین جرنیل تھا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر مقابلے میں اترے، یہ دلجہ کا میدان تھا، آپ نے لشکر کا ایک حصہ نشیب میں چھپادیا، جب معرکہ گرم ہوا تو چھپے ہوئے تازہ دم حصے نے اس زور سے حملہ کیا کہ ایرانیوں کے سامنے قیامت ناچنے لگی، وہ سمجھے کہ مسلمانوں کو تازہ کمک پہنچ چکی ہے لہذا میدان سے راہ فرار اختیار کرنے میں ہی عافیت

ہے۔اس جنگ میں اہل اسلام کو بے پناہ مال غنیمت ہاتھ لگا اور لوگ خوشحال ہو گئے، مرکز میں بیٹھے ہوئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر اکابر صحابہ اپنے مجاہدوں کی کارکردگی سے بہت خوش تھے اور سراپا دعا گو تھے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر سے فرمایا،

''تمہارے سامنے ایران کی سرزمین ہے، یہاں جواہرات اس کثرت کے ساتھ ہیں، جس کثرت کے ساتھ عرب میں پتھر ہیں، لیکن ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کر رہے ہیں، یہ لوگ ہمارے قیدی ہیں اور دنیا کی دولت ہمارے قدموں میں ہے، مگر ہمارا نصب العین صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہے''۔

آپ کے ان الفاظ نے مجاہدین کو شعلہ جوالہ بنا دیا اور وہ اگلے میدانوں میں ایرانیوں کا شکار کھیلنے کے لئے بیقرار نظر آنے لگے، ادھر آتش پرستوں کا سینہ انتقام کی آگ سے جل رہا تھا، عیسائی عرب قبیلے بھی اپنی شکست فاش پر نقش حیرت تھے، ان سب دشمنان اسلام نے مل جل کر ایک بڑا لشکر تیار کیا اور حیرہ اور ابلہ کے درمیان ''مقام الیس'' پر اکھٹے ہو گئے۔اس مرتبہ بہمن نے جابان نامی جرنیل کو قیادت سونپی اور خود کسریٰ کے پاس ہدایات لینے کیلئے چلا گیا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی میدان الیس میں پہنچ گئے، اس مرتبہ ایرانی اور عربی قبیلے مستقل مزاجی کے ساتھ لڑے، پھر ان کو یہ بھی توقع تھی کہ بہمن مرکز سے کمک لے کر پہنچ جائے گا اور مسلمانوں کو شکست فاش ہو جائے گی، اس موقع پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دعا کی، اے اللہ اگر تو مجھے دشمنوں پر فتح عطا کرے تو میں کسی دشمن کو زندہ نہ چھوڑوں گا اور یہ دریا ان کے خون سے سرخ ہو جائے گا، پھر آپ نے لشکر کا حوصلہ بڑھا کر ایرانی لشکر کے عقب پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا، اس طرح ایرانیوں کی صفیں الٹ گئیں اور انہوں نے ہتھیار پھینک دیئے، آپ نے تمام فوج کو گرفتار کر کے حکم دیا کہ دریا کے کنارے تمام ایرانی قتل کر دیئے جائیں، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سارا دریا خون سے سرخ ہو گیا، لہٰذا اسے ''خون کا دریا'' کہا

جانے لگا، تاریخ طبری میں ہے کہ اس جنگ میں ستر ہزار کافر مارے گئے تھے۔ اس جنگ نے ایرانیوں کی کمر توڑ کر رکھ دی، مسلمان پیش قدمی کرتے کرتے دریائے فرات کے کنارے امغیشنا شہر میں پہنچے جو بہت آباد اور پر رونق تھا، لوگ شہر چھوڑ کر بھاگ گئے، یہاں بھی بہت سا مال غنیمت ہاتھ لگا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان فتوحات کی خبر سنی تو فرمایا کہ "اب خالد بن ولید جیسا عظیم بہادر پیدا نہیں ہو سکتا" اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عرب قبائل کی طاقت کچلنے کا فیصلہ کر لیا کہ وہ دوبارہ ایرانیوں کی حمایت نہ کر سکیں، پھر انہوں نے شہر حیرہ پر حملہ کیا جو عیسائی عربوں کا دارالحکومت تھا، حاکم حیرہ شہر چھوڑ کر بھاگ گیا اور اہل شہر نے مسلمانوں سے صلح کر لی۔ آپ نے اہل شہر سے اس شرط پر صلح کی تھی کہ وہ ہر سال ایک لاکھ نوے ہزار درہم خراج ادا کریں گے، اس معاہدے کے تحت مسلمان شہر کی حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے آپ نے اس شہر کو اپنا مرکز قرار دیا اور اہل شہر کیساتھ اتنا اچھا سلوک کیا کہ گرد و نواح کے باشندوں نے بھی انہی شرطوں پر صلح کر لی، اس طرح حیرہ سے ابلہ تک چار سو میل کے علاقے پر اہل اسلام قابض ہو گئے، جنوبی عراق کے بعد آپ نے شمالی عراق پر توجہ دی اور انبار کے علاقے فتح کیے، اس دوران خبر ملی کہ ایرانی فوج عین التمر کے مقام پر جمع ہو رہی ہے، شاہ ایران کی طرف سے بہرام چوبیں کا بیٹا مہران عین التمر کا حاکم تھا، عیسائی عرب قبیلے بھی عقہ کی قیادت میں اس کے ساتھ مل گئے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عین التمر پہنچ کر جنگ شروع کی اور قبائل عرب کے سپہ سالار عقہ کو گرفتار کر لیا، بعد ازاں اسے قتل کر دیا تو حمایتی قبائل کی حالت زار دیکھ کر مہران بھی میدان چھوڑ کر بھاگ گیا، اس طرح مسلمانوں نے یہ قلعہ بھی فتح کر لیا، پھر آپ مختصر سا لشکر لے کر دومۃ الجندل کی جانب روانہ ہوئے جہاں حضرت عیاض بن غنم کفر کے ساتھ لڑ رہے تھے، ان دونوں سالاروں نے اس نہایت اہم شہر کو فتح کیا اور علاقوں پر علاقے زیر و زبر کرتے ہوئے دوبارہ حیرہ پہنچ گئے، اس

کے بعد مسلمانوں نے ایک بہت بڑی جنگ فراض کے مقام پر لڑی جسمیں ایرانی، رومی اور سرحدی قبیلے ایک ساتھ اکٹھے ہو کر مد مقابل ہوئے، یہ متحدہ لشکر دریائے فرات کو عبور کر کے نبرد آزما ہوا تو مسلمان بھی برق خاطف کی طرح لپکے، اور اس بہادری کے ساتھ لڑے کہ دشمن کے ایک لاکھ آدمیوں کو لقمہ اجل بنا کر دم لیا، اس شاندار فتح کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ آدھا لشکر لے کر شام کے محاذ پر روانہ ہو گئے کیونکہ انہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حکم موصول ہو گیا تھا کہ اب آپ جیسے عظیم انسان کی وہاں زیادہ ضرورت ہے۔ اہل ایران کے ساتھ حضرت مثنی ابن حارثہ جہاد کرتے رہے اور ان کو کئی معرکوں میں شکست فاش سے دو چار کیا، اس دوران حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہو گئے، انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا اور حضرت مثنی کی امداد کے لئے فوج بھیجنے کی خصوصی نصیحت فرمائی۔

فتح شام کا نظارہ

ملک شام روم کی عیسائی حکومت کے ماتحت تھا، اس کی سرحدوں پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مقتدر صحابی حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا کہ آپ صرف عرب سرحدوں کی حفاظت کریں، رومیوں سے جنگ کرنے میں پیش قدمی نہ کریں، لیکن اگر رومی جنگ کریں تو مقابلہ کریں مگر تعاقب میں دور نہ جائیں، دراصل آپ ایک ہی وقت میں ایران اور روم سے جنگ چھیڑنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے، ادھر رومیوں نے بنو غسان کو ساتھ ملا کر جنگ چھیڑ دی، حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ بھی تیار تھے، مرکز کی اجازت ملتے ہی وہ مقابلے پر اتر آئے اور لڑتے لڑتے ملک کے اندر دور تک نکل گئے، جب چاروں طرف سے شامی قبیلوں نے گھیرا ڈال لیا تو کمک کے طلبگار ہوئے، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ذوالکلاح رضی اللہ عنہ کمک لے کر پہنچے مگر رومی لشکر نے مسلمانوں کو دمشق کی طرف

دھکیل کر عقب کے تمام راستے بند کر دیئے اور رومی جرنیل ماہان نے مسلمان لشکر کو شکست سے دوچار کر دیا، اس جنگ میں حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا بھی شہید ہو گیا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس شکست سے بہت دکھ ہوا مگر آپ کے کردار عزیمت میں کوئی فرق نہ آیا، اب آپ نے شام کی فتوحات کے لیے الگ الگ لشکر تشکیل دیئے اور اسلامیان عرب سے جہاد کی اپیل کی، آپ نے دمشق کے لیے یزید بن ابی سفیان، حمص کے لیے ابوعبیدہ بن جراح، اردن کے لئے شرجیل بن حسنہ اور فلسطین کے لیے عمرو بن العاص جیسے نامور سپہ سالاروں کو مقرر فرمایا، ان تمام فوجوں کی مجموعی تعداد ستائیس ہزار تھی، ادھر ہرقل قیصر روم نے بھی حمص سے اپنے الگ الگ لشکر روانہ کیے تا کہ مسلمانوں کو جمع نہ ہونے دیا جائے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر اسلامی سپہ سالاروں نے ایک مرکز پر اکٹھے ہونے کے لیے بارگاہ خلافت سے اجازت اور مزید کمک طلب کی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں دریائے یرموک کے کنارے مناسب مقام پر جمع ہونے کا حکم صادر فرمایا اور ساتھ ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ ملنے کا فرمان جاری کیا، لہٰذا وہ حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر شام پہنچ گئے، یہ راستہ بہت خطرناک ریگستانوں پر مشتمل تھا جسے اہل اسلام نے اپنے بے خوف قائد کے ساتھ جان پر کھیل کر عبور کیا۔ شام میں داخل ہوتے ہی انہوں نے بصریٰ کے بطریق کو شکست فاش دی تو اہل بصریٰ نے جزیہ دینا قبول کر لیا، پھر وہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے اجنادین چلے گئے، وہاں رومیوں کے ایک لشکر کو شکست دی، پھر وہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملنے کے لیے یرموک پہنچ گئے، یہ اتفاق کی بات تھی کہ رومی جرنیل ماہان اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک وقت میں فوجیں لے کر یرموک پہنچے، دشمن کی فوج تعداد میں بہت زیادہ تھی لیکن ادھر مسلمانوں کے دل جوش ایمان سے تڑپ رہے تھے، دو تین

ہفتے دونوں لشکر میدان جنگ میں پڑے رہے، حضرت خالد چاہتے تھے کہ تمام لشکر کو متحدہ محاذ پر لڑائیں لیکن تمام دستوں کے سپہ سالار الگ الگ لڑنے پر مصر تھے، جبکہ رومی ایک قائد کے تحت اکٹھے ہو چکے تھے، آپ نے اس موقع پر بہت ایمان افروز خطاب فرمایا،

''لوگو آج کی جنگ بہت اہم ہے، آج اخلاص کا دن ہے جسمیں فخر وغرور ہرگز روا نہیں، اپنے جہاد کو تمام جذبوں سے پاک کر کے صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اپناؤ کیونکہ آج کے بعد کبھی اتنا نازک وقت نہیں آئے گا، تم ایک منظم فوج کے ساتھ لڑنے جا رہے ہو لیکن دستوں میں منقسم ہو، اگر خلیفۃ المسلمین کو خبر ہو جائے تو تمہیں اس طرح ہرگز نہ لڑنے دے، آج تمہیں وہ کام کر دینا چاہیے جسکا حکم نہیں دیا گیا''

تمام سپہ سالاروں نے آپ کے مدعا کو سمجھتے ہوئے ایک جگہ اکٹھے ہو کر آپ کی کمان میں لڑنے کی حامی بھر لی اور معرکے کے لیے تیار ہو گئے، اس جنگ میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے جن کو لشکر اسلام میں چل پھر کر حوصلے بڑھانے پر متعین کیا گیا، یہ ۱۳ھ کا ایک دن تھا جب تمام نامور جرنیلوں کی بہادری کے جوہر کھلنے والے تھے، رومیوں نے حملہ کیا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی اسلام کے سرفروشوں کے ہمراہ ڈٹ گئے، رومی جان توڑ کر لڑے اور فرار کی رسوائی سے بچنے کے لیے ایک ایک کر کے مجاہدوں کی تلواروں کا نشانہ بنتے چلے گئے، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اسی جنگ میں جام شہادت نوش کیا، ان کے علاوہ تین ہزار مسلمان شہید ہوئے جبکہ ایک لاکھ رومی سپاہی لقمہ اجل بنے، جنگ یرموک تاریخ اسلام میں بہت اہمیت کی حامل ہے جس سے رومیوں کے دلوں میں ایرانیوں کی طرح اسلام کے بہادر سپاہیوں کا خوف بیٹھ گیا، بعد ازاں مسلمانوں کے متحدہ لشکر نے دمشق جیسے تاریخی شہر کا محاصرہ کر لیا، یہ محاصرہ

پورے تین مہینے جاری رہا، اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فتح ہو گیا، یہ شہر اس دن سے آج تک اہل اسلام کے تصرف میں ہے،

صدیق اکبر کا وصال پاک

ماہ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ کے آغاز میں آپ مرض الموت سے دو چار ہوئے۔ شدت مرض کی وجہ سے آپ نماز نہ پڑھا سکے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم دیا' پھر اپنے جانشین کے لیے صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کی، بے شک حضرت عمر اس منصب عظیم کے قابل ہیں لیکن وہ ذرا سخت انسان ہیں' آپ نے فرمایا، جب ان پر خلافت کی ذمہ داری عائد ہوگی تو خود بخود نرم ہو جائیں گے، آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے خلافت فاروقی کی دستاویز لکھوائی کہ میں نے اپنے کسی رشتے دار کو اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا، بلکہ اس ہستی کا انتخاب کیا ہے جو تم تمام لوگوں سے بہتر ہے، پھر آپ نے دور خلافت میں بیت المال سے جتنا خرچ لیا تھا اسکا حساب کرایا تو آٹھ ہزار درہم نکلا، فرمایا میں اس رقم کے بدلے اپنی فلاں زمین بیت المال کو عطا کرتا ہوں، نیز بیت المال سے ایک اونٹنی، ایک غلام اور پانچ درہم کا ایک کمبل آپ کے پاس تھا، یہ چیزیں بھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیں، ایثار کا یہ عالم دیکھ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہنے لگے، اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے، انہوں نے اپنے بعد آنے والوں کے لیے بہت ہی مشکل معیار قائم فرمایا ہے، پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ جو کپڑا میرے بدن پر ہے اسکو دھو لینا اور ساتھ دو اور کپڑے ملا کر مجھے کفن پہنانا، انہوں نے عرض کی یہ کپڑے تو پرانے ہیں، کفن نیا ہونا چاہیے، آپ نے فرمایا، زندہ لوگ، فوت شدہ لوگوں سے زیادہ نئے کپڑوں کے مستحق ہیں، پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ تیار کر کے حجرہ

مصطفٰے کے سامنے لے جانا اور اندر دفن کرنے کی اجازت طلب کرنا، جب صحابہ کرام نے اس وصیت پر عمل کیا تو حجرہ مبارکہ میں موجود مزار محبوب سے آواز آئی۔ آج حبیب کو حبیب کے ساتھ ملا دو بے شک حبیب اپنے حبیب کا مشتاق ہے۔ (خصائص کبریٰ ۲: ۴۹۲)

یہ واقعہ حیات النبی کی روشن دلیل ہے۔ اللہ اللہ، یہ کتنی عظیم سعادت ہے کہ ساری عمر وفاداری اور جان نثاری کا مظاہرہ کرنے والا محبوب کے ساتھ آرام فرما ہے، قیامت کے دن بھی محبوب کے ساتھ ہوگا اور جنت کی ابدی زندگی بھی محبوب کے ہمراہ بسر کرے گا۔ آپ کا دور خلافت دو سال تین ماہ' دس دن کے عرصے پر محیط ہے جس کی برکات وحسنات نے تا قیامت اہل اسلام کے قدم مضبوط کر دیئے۔ آپ کے وصال سے اسلامیان عرب میں غم واندوہ کی نا قابل برداشت لہر دوڑ گئی اور ایک مرتبہ پھر فراق رسول کا زخم تازہ ہو گیا، حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے بہترین الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے،

☆......"اے ابوبکر! اللہ آپ پر رحم فرمائے، آپ پہلے انسان ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کی صدائے حق پر لبیک کہا، ایمان اور اطاعت میں کوئی بھی آپ کا ہمسر نہیں اور اخلاص ومحبت میں کوئی بھی آپ کے برابر نہیں"۔

☆......حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما دونوں میرے دوست اور محبوب ہیں، دونوں ہدایت کے امام ہیں، اسلام کے بزرگ اور قریش کے مرد کامل ہیں، رسول اللہ ﷺ کے بعد دونوں کی پیروی لازم ہے جس نے ان کی پیروی کی وہ محفوظ ہو گیا اور جس نے ان کے فرمودات پر عمل کیا وہ سیدھے راستے پر گامزن ہوا، (تلخیص الشافی ۳: ۲۱۸)

☆......وہ دونوں عادل، منصف اور امام برحق تھے، دونوں حق پر رہے اور حق پر دونوں کا وصال ہوا، قیامت کے روز اللہ تعالٰی دونوں پر اپنی رحمت

نازل فرمائے، (حقائق حق:۱۶)

☆...... حضرت ابن صفوان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وصال ابوبکر پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روتے اور انا للہ پڑھتے ہوئے آئے، آپ کے جسد خاکی کے پاس کھڑے ہو کر کہنے لگے، اے ابوبکر، اللہ آپ پر رحم فرمائے، آپ سب سے پہلے اسلام لانے والے، ایمان میں سب سے زیادہ اخلاص والے، اللہ پر سب سے زیادہ یقین رکھنے والے، تمام لوگوں سے زیادہ غنا اور سخاوت والے، اللہ اور اس کے رسول کے پاس سب سے زیادہ رہنے والے، اسلام پر سب سے زیادہ مہربانی کرنے والے، اصحاب کے لئے سب سے زیادہ باعث برکت، حسن طلب میں سب سے بڑھنے والے، مناقب میں سب سے آگے، پیش قدمیوں میں سب سے برتر ہونے والے، درجے میں سب سے اونچے، حضور کے سب سے زیادہ قریب رہنے والے، ہدایت اور حسن اخلاق والے اور زبان پر سب سے زیادہ قابو رکھنے والے، فضل میں حضور کے سب سے زیادہ مشابہ اور آپ کے نزدیک سب صحابہ سے زیادہ عزت و منزلت والے تھے، اللہ تعالیٰ آپ کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اور تمام اہل اسلام کی طرف سے بہترین اجر عطا فرمائے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اتنا روئے جتنا وصال مصطفیٰ کے دن روئے تھے، سب لوگوں نے کہا، اے داماد رسول بے شک آپ نے سچ فرمایا، (مجمع الزوائد۹:۴۷، مسند بزار۳:۱۳۸)

☆......☆......☆

باب نمبر2

عاداتِ کریمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جمال صورت اور کمال سیرت کا حسین امتزاج تھے، ایک شخص نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ آپ ہم سے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سراپا اور حلیہ بیان فرمائیں تو حضرت صدیقہ نے فرمایا، آپ کا رنگ سفید تھا، بدن اکہرا تھا، دونوں رخسار اندر کو دبے ہوئے تھے، پیٹ اتنا بڑا تھا کہ آپ کی لنگی اکثر نیچے کھسک جایا کرتی تھی، پیشانی پر ہمیشہ پسینہ رہتا تھا، چہرہ پر زیادہ گوشت نہیں تھا، ہمیشہ نظریں نیچی رکھتے تھے، پیشانی بلند تھی، انگلیوں کی جڑیں گوشت سے خالی تھیں یعنی گھائیاں کھلی رہتی تھیں، حنا اور کتم کا خضاب لگاتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کے بال سیاہ وسفید ملے ہوئے کھچڑی نہیں تھے، آپ ان بالوں پر حنا اور کتم کا خضاب لگایا کرتے تھے، (تاریخ الخلفا: ۲۲) حضرت امام زہری کا بیان ہے کہ آپ کے بال مبارک گھنگھریالے تھے، آپ کم سخن اور رقیق القلب تھے، بہت چاک و چوبند تھے، آپ کی آواز رعب دار اور پر جلال تھی، (آفاقی تہذیب ۴۲۲)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اقدس ﷺ کے فیضان رسالت کا صدقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو گوناں گوں عادات وخصائل سے مالا مال فرمایا اور ان کے مبارک تذکرے اپنے کلام لایزال میں بیان کیے،

صدیق اکبر کی سخاوت

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سراپا سخاوت تھے، جب آپ نے اسلام قبول کیا تو آپ کے پاس چالیس ہزار درہم یا دینار تھے، وہ سب کے سب پیغمبر اسلام کے حکم پر خرچ کر دیئے، قرآن پاک میں ہے ﴿یوتی مالہ ، یتزکی﴾ وہ اپنا مال خرچ کرتا ہے کہ پاک ہو جائے، یہ آیت مقدسہ آپ کی شان میں نازل ہوئی، اور ایک جگہ فرمان باری ہے ﴿ولا یاتل اولو الفضل منکم والسعۃ﴾ اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور وسعت والے ہیں، علامہ ابو علی طبرسی لکھتے ہیں، یہ آیت مقدسہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی، (تفسیر مجمع البیان ۷: ۱۳۳) ایک اور جگہ فرمان باری ہے ﴿فاما من اعطیٰ واتقیٰ......﴾ تو وہ جس نے مال دیا اور پرہیز گاری اختیار کی اور اچھی باتوں کی تصدیق کی تو بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کریں گے، علامہ ابو علی طبرسی لکھتے ہیں، حضرت ابن زبیر سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی کیونکہ آپ نے بہت سے غلام خرید کر آزاد کئے تھے، (تفسیر مجمع البیان ۱۰: ۵۰۱) ایک اور مقام پر فرمان باری ہے، "بے شک جو لوگ اپنے مال خرچ کرتے ہیں رات دن اور خفیہ علانیہ تو ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان کو کوئی خوف نہیں اور نہ ہی ان کو کوئی حزن ہے، مفسرین کرام کا فیصلہ ہے کہ یہ آیت مبارکہ بھی آپ کی شان میں نازل ہوئی جو آپ کی عظیم الشان سخاوت کی داستان بیان کر رہی ہے، حضرت علامہ اقبال نے آپ کا ایک واقعہ منظوم لکھا ہے، پڑھیے اور ایمان تازہ کیجئے۔

پوچھا حضور سرور عالم نے اے عمر!
اے وہ کہ جوش حق سے ترے دل کو ہے قرار
رکھا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تو نے کیا
مسلم ہے اپنے خویش واقارب کا حق گزار
کی عرض نصف مال ہے فرزند و زن کا حق
باقی جو ہے وہ ملت بیضا پہ ہے نثار
اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آ گیا
جس سے بنائے عشق و مروت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفا سرشت
ہر چیز جس سے چشم جہاں میں ہو اعتبار
ملک یمین و درہم و دینار رخت و جنس
اسپ قمر، سم و شتر اور قاطر و حمار
بولے حضور، چاہئے فکر عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار
اے تجھ سے دیدہ مہ و انجم فروغ گیر
اے تیری ذات باعث تکوین روز گار
پروانے کو چراغ تو بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

صدیق اکبر کی صداقت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ﴿ والذی جاء بالصدق و صدق به ...... ﴾ اور وہ جو سچ لے کر آیا اور وہ جس

نے سچ کی تصدیق کی، یہی تو پرہیزگار ہیں، علامہ ابوعلی طبرسی لکھتے ہیں، سچ لے کر آنے والے رسول کریم ﷺ ہیں اور سچ کی تصدیق کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں (تفسیر مجمع البیان ۸:۴۹۸)

علامہ ابوالحسن قمی نے لکھا ہے، حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہجرت کی رات غار ثور میں تھے تو آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا، میں جعفر طیار اور ان کے ساتھیوں کو کشتی میں بیٹھا دیکھ رہا ہوں، جو کہ دریا میں کھڑی ہے، نیز فرمایا' میں انصار مدینہ کو اپنے گھروں میں بیٹھا دیکھ رہا ہوں، یہ سن کر حضرت ابوبکر نے حیرت کا اظہار کیا کہ کیا آپ واقعی دیکھ رہے ہیں، فرمایا، ہاں، عرض کی، پھر مجھے بھی دکھا دیجئے، آپ نے حضرت ابوبکر کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو انہوں نے بھی دیکھ لیا، آپ نے فرمایا، تو صدیق ہے، (تفسیر قمی ۲:۳۹۰) حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کا ایک اور فرمان ہے، جو حضرت ابوبکر کو صدیق نہ مانے، اللہ دنیا اور آخرت میں اس کے قول کی تصدیق نہ کرے، (کشف الغمہ ۲:۷۸) حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے، اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو انہیں فرمایا، اے ابوبکر تم صدیق رضی اللہ عنہ ہو اور غار میں دو کے دوسرے ہو، (رجال کشی:۳۴) ان حقائق سے معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صداقت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

صدیق اکبر کی علمیت

خلافت الٰہی کی دو اہم شرطیں ہیں علمی اور جسمی طور پر مضبوط ہونا، اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو علم و فضل اور جرأت و شجاعت کے بے بہا خزانوں سے نوازا تھا، آپ علم الانساب کے بہت ماہر تھے، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت ابوبکر ہر نیک کام میں پیش قدم رہتے اور علم الانساب کے بہت ماہر تھے، (العقد الفرید ۳:۲۷۴) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ

علم الانساب کے ممتاز عالم تھے مگر اعتراف کرتے تھے کہ انہوں نے یہ فن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا تھا، قریش جب حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ہجو یہ اشعار سنتے تو پہچان جاتے کہ ان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مشورہ شامل ہے۔ آپ کو ایام العرب پر مکمل عبور تھا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا شعر وادب اور ایام ونسب کی بہت بڑی عالمہ تھیں، حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا، ام المومنین مجھے آپ کے ان کمالات پر کوئی تعجب نہیں کیونکہ آپ رسول اللہ ﷺ کی بیوی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں، (مسند احمد، ۶:۶۷) آپ زورِ خطابت اور تحریر وکتابت کے بھی زبردست عالم تھے، آپ کو مزاج قرآن اور مزاج پیغمبر رحمان کا سب سے زیادہ علم تھا، علم تعبیر میں بھی رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے زیادہ عالم تھے، جیسا کہ امام ابن سیرین کا فرمان ہے، علم تصوف اور علم فقہ میں ید طولیٰ حاصل تھا، تصوف ومعرفت کی بنیاد آپ کا یہ فرمان ہے، پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مخلوق کے لئے معرفت کا اس کے سوا کوئی اور راستہ نہیں بتایا کہ لوگ اس کی معرفت سے عاجز ہیں، (کتاب اللمع: ۱۳۴) اس بات پر تمام مکاتب فکر کا اتفاق ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے آپ کو امامت کے لئے منتخب فرمایا، آیئے دیکھئے کہ امامت کی شرائط کیا ہیں، ابوعبیدہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ہماری قوم میں کچھ لوگ جمع تھے، نماز کا وقت ہو گیا، ایک دوسرے کو کہنے لگا، اے فلاں تم آگے کھڑے ہو کر امامت کراؤ، آپ کا اس کے متعلق کیا خیال ہے، آپ نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے، جو زیادہ قرآن پاک پڑھنے والا ہو وہ امامت کرائے، اگر تمام پڑھنے میں برابر ہوں تو ہجرت میں مقدم آدمی امامت کرائے اگر ہجرت کرنے میں سب برابر ہوں تو جو عمر میں بڑا ہو وہ امامت کرائے، (فروع کافی ۳:۳۷۶) اس روایت کی روشنی میں دیکھئے کہ نگاہ نبوت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ علم قرآن، شان ہجرت اور عمر

مستعار میں سب صحابہ کرام سے زیادہ مقدم اور محترم تھے، اس لئے ان کو اپنا مصلّٰی عطا فرمایا تھا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے، ﴿ اتیت بر جل یفضلنی علیٰ ابی بکر و عمر لا جلد نہ ،حدالمفتری ﴾ اگر میرے پاس کوئی ایسا آدمی آئے جو مجھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے افضل سمجھے تو میں ضرور ضرور کوڑے لگاؤں گا جو مفتری کی حد ہے، (رجال کشی: ۳۳۸) اس طرح آپ بہت شجاع اور استقامت شعار انسان تھے، پہلے مکہ مکرمہ کے کافروں اور مشرکوں سے برسر پیکار رہے، پھر مدینہ طیبہ کے منافقوں اور یہودیوں سے نبرد آزما ہوئے، اپنا دور خلافت آیا تو مرتدوں اور ختم نبوت کے دشمنوں سے جنگ کا آغاز کیا، ایرانیوں، رومیوں اور سرحدی قبیلوں سے لڑائی کی، مجال ہے جو ایک لمحہ بھی عزیمت و استقامت کو ہاتھ سے جانے دیا ہو، مدینہ طیبہ کا واقعہ ہے کہ یہود کے ایک فرد فنخاص نے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کی تو آپ نے غصے میں آکر اس کے طمانچہ رسید کر دیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی غیرت اسلامی کی تصدیق کے لئے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی، بے شک اللہ نے سنا جنہوں نے کہا کہ اللہ محتاج ہے اور ہم غنی ہیں، (تفسیر مجمع البیان ۲: ۵۴۷) غزوہ احد کا معرکہ بہت شدید تھا مگر آپ اس میں بھی ثابت قدم رہے، علامہ ابوعلی طبرسی لکھتے ہیں، غزوہ احد میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ صرف تیرہ اشخاص رہ گئے تھے، پانچ مہاجرین میں سے اور آٹھ انصار میں سے، مہاجرین میں سے حضرت علی، حضرت ابوبکر، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہم) ثابت قدم رہے، (تفسیر مجمع البیان ۱: ۵۲۴)

صدیق اکبر کی محبت

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سراپا محبت رسول تھے، آپ نے ایک دن گریہ زن ہو کر عرض کی، ''یا رسول اللہ'' میں اور میرا مال سب کچھ آپ کے لئے ہے، (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ) ایک مرتبہ آپ

خطبہ ارشاد فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے اور صرف اتنا ہی فرمایا، ﴿ قام فینا رسول اللہ ﷺ عام الاول ﴾ تو آپ کے وصال کا سانحہ یاد آ گیا، پھر اسقدر بلک بلک کر روئے کہ ہچکی بندھ گئی، آخر تیسری بار ضبط سے کام لے کر خطبہ پورا فرمایا، (مسند احمد ۱:۸) ایک دفعہ کاشانہ نبوت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ذرا اونچی آواز سے گفتگو کر رہی تھیں، آپ نے حضور اقدس ﷺ کے سامنے اونچی آواز کو بے ادبی سمجھا اور حضرت عائشہ کو مارنے کے لئے ہاتھ اٹھا لیا، (ازالۃ الخفا ۲:۱۵) جب حضور اقدس ﷺ نے ازواج مطہرات سے ایلا فرمایا تو آپ حضرت عمر کے ہمراہ حاضر ہوئے اور عرض کیا، آپ کا حکم ہو تو ہم اپنی بیٹیوں (عائشہ و حفصہ) کی گردن اڑا کر رکھ دیں، (صحیح مسلم) آپ اپنی آواز کو رسول اللہ کی آواز سے پست رکھا کرتے تھے، اس فعل مبارک کی حجت قرآن پاک میں نازل ہوگئی، بے شک جو لوگ اپنی آواز کو رسول اللہ کے سامنے پست رکھتے ہیں، ان کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے چن لیا ہے، انہی کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے، (سورۃ الحجرات) صوفیہ کرام نے لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت صرف نماز روزے کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ اس خاص دولت کی وجہ سے تھی جو ان کے سینے میں موجود تھی، یعنی اللہ اور اس کے رسول کی انتہائی محبت جس کی تاریخ صحابہ میں بھی مثال نہیں ملتی، بقول اقبال

سوز صدیق و علی از حق طلب
ذرہ عشق نبی از حق طلب
تازہ کن آئین صدیق و عمر
چوں صبا بر لالہ صحرا گزر
معنی حرفم کنی تحقیق اگر

بنگری بادیدہ صدیق اگر
قوت قلب و جگر گردد نبی
از خدا محبوب تر گردد نبی

آپ کی ذات خاصہ خاصان عشق، مطلع دیوان عشق اور رہبر کاروان عشق ہے جس کے نقوش پا پر چل کر زمانہ بارگاہ محبوب تک رسائی اور پذیرائی حاصل کرتا ہے۔

صدیق اکبر کی للّٰہیت

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اخلاص وللّٰہیت کا مجسمہ تھے، صرف ایک منظر دیکھیے، جب آپ کی بیعت مکمل ہوگئی تو آپ نے رونا شروع کر دیا اور تین دن برابر روتے رہے اور کہتے رہے کہ لوگو میری بیعت توڑ دو، میں خلافت کا اہل نہیں ہوں جبکہ تم میں علی رضی اللہ عنہ جیسا شخص موجود ہے، پس میں تم سے اپنی بیعت توڑتا ہوں، ہے کوئی تم میں مجھ سے کراہت کرنے والا، ہے کوئی تم میں مجھ سے بغض رکھنے والا، پس ہر بار سب سے پہلے حضرت علی کھڑے ہوتے تھے اور کہتے تھے، خدا کی قسم میں آپ سے بیعت نہیں توڑوں گا اور نہ آپ کو ہرگز اپنی بیعت منسخ کرنے دوں گا، (تحفۃ الاحباب فی تاریخ الاصحاب: ۱۴)

صدیق اکبر کی طبیعت

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طبیعت نہایت سادہ اور پاکیزہ تھی، ایک مرتبہ انہوں نے پانی مانگا تو لوگوں نے پانی اور شہد لا کر پیش کیا، آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، آپ اسقدر روئے کہ لوگوں پر رقت طاری ہوگئی، جب اس گریہ وزاری کا سبب پوچھا تو فرمایا، ایک روز میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا، آپ کسی چیز کو دور دور فرما رہے تھے، میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ، آپ کس چیز کو دور فرما رہے ہیں، میں تو کچھ نہیں دیکھتا، آپ نے فرمایا، فریب دنیا مجسم ہو کر میرے سامنے آیا تو میں نے اسے دور کر دیا ہے، اس وقت مجھے یہ واقعہ یاد آ گیا

اور میں خوفزدہ ہوا کہ شاید اس کے دام تزویر میں پھنس جاؤں (اسد الغابہ ۳: ۲۱۰) ایک دفعہ ایک غلام نے آپ کو مشکوک کھانا کھلا دیا، جب اس نے حقیقت حال بیان کی تو آپ نے گلے میں انگلی ڈال کر سارا کھانا قے کر دیا، (بخاری ۱: ۵۴۲) دنیا طلبی اور جاہ پسندی سے آپ کی طبیعت وفطرت کو شدید نفرت تھی، آپ نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے، کسی کام میں عار محسوس نہ کرتے تھے، بکریاں چرالاتے، اہل محلہ کی بکریوں کا دودھ دوہ دیتے، جب خلیفہ بنے تو ایک خاتون محلہ نے کہا کہ اب ہماری بکریوں کا دودھ کون دوہے گا، آپ نے سنا تو فرمایا، میں ہی دوہوں گا، امید ہے مجھے خلافت، مخلوق خدا کی خدمت گزاری سے باز نہ رکھے گی، خلیفہ بننے کے بعد بھی کپڑے کے تھان کندھے پر رکھ کر بازار کی طرف روانہ ہوئے تو صحابہ کرام نے مشورے سے آپ کا وظیفہ مقرر کر دیا، کوئی شخص آپ کی تعظیم کرتا تو آپ کو تکلیف ہوتی، کوئی تعریف کرتا تو فرماتے، لوگوں نے مجھے بہت بڑھا دیا ہے، اے خدا تو میرا حال مجھ سے زیادہ جانتا ہے اور میں اپنی کیفیت ان لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں، اے خدا تو ان کے حسن ظن سے مجھے بہتر بنا دے، میرے گناہوں کو بخش دے اور لوگوں کی بے جا تعریف سے میرا مواخذہ نہ فرما، (اسد الغابہ ۳: ۲۱۷) مخلوق کی نفع رسانی اور خدمت گزاری آپ کا شیوہ حیات تھا، اطراف مدینہ میں ایک ضعیف اور نابینا خاتون کے گھر کا سارا کام کاج صبح ہونے سے پہلے پہلے کرتے رہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اس ارادے سے نکلے تو پہلے آپ کو وہاں کام کرتے ہوئے دیکھا، پھر فرمایا، اے خلیفہ رسول ہر روز آپ ہی نیکی میں آگے بڑھ جاتے ہیں، (کنز العمال ۶: ۳۱۲)

آپ کی طبع مبارک میں حد درجہ رقت ومحبت تھی، قرآن پاک کی تلاوت سنتے تو تڑپ اٹھتے، نماز میں خضوع وخشوع کا یہ حال تھا کہ لکڑی کی طرح بے حس وحرکت نظر آتے، کسی درخت کو دیکھتے تو فرماتے، کاش میں یہ درخت ہوتا کہ عاقبت کے جھگڑوں

سے چھوٹ جاتا، پرندوں سے مخاطب ہوتے، تمہیں مبارک ہو، چرتے اور چگتے رہتے ہو، درخت کے سائے میں بیٹھتے ہو، قیامت کے دن تمہارا کوئی حساب نہ ہوگا، کاش ابوبکر بھی تمہاری طرح ہوتا، (کنز العمال ۶:۳۱۲)

آپ محاسبے کے خوف سے ساری رات نماز پڑھتے رہتے، آپ سوز دروں کے باعث لمبی آہ کھینچتے یہاں تک کہ لوگ آپ کو "اواہ منیب" کے لقب سے یاد کرنے لگے، نیکوکاری کا کوئی کام نہ چھوڑتے، ایک دن آپ نے روزہ بھی رکھا، جنازہ میں مشایعت بھی کی، کسی مریض کی عیادت بھی کی، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس نے ایک دن میں اتنی نیکیاں جمع کی ہوں وہ یقیناً جنت میں جائے گا، (مسلم کتاب فضائل الصحابہ) آپ بہت زیادہ مہمان نواز تھے، بعض اوقات عسرت کے باعث دو دو تین تین دن فاقے سے گزر جاتے مگر جو کچھ بھی میسر آتا پہلے اسلام کے راستے میں قربان کرتے اور خود صبر وقناعت سے کام لیتے، آپ کو زندگی کے ایک ایک لمحہ کا احساس تھا، فرماتے ہیں، ہمارا گھر خالی ہے، ہمارے حالات عارضی ہیں اور ہمارے سانس گنتی کے ہیں اور ہماری سستی موجود ہے، دنیا اور دنیا دار کی کوئی قدر نہیں کہ اس کی طرف دل مشغول کیا جائے، (حضرات القدس ۱:۵۳) ایک انگریز مورخ وان کریمر von kremer نے اپنی کتاب The orient under caliphs میں لکھا ہے،

Abu baker the successor and representative of the prophet in The highest affairs of the muslim community was a simple man of the old Arabian fashion an when summoned to the caliphate. He was changed in no spect.'Out side the twon in a small village called

SANAA, he lived with his wife HABAIBAH under a tent of camel hide in a style as simple and unostentatious as that of a Bedouin Shaykh, Thus did he live for seven months after his election. In the morning he used to start for the town either on foot or on horse back, reaching it just before sun rise to conduct the morning prayer. In a similar manner he returned home in the evening. He subsequently came to scttle in town, but his household always remained as anpretinetious as ever. He had ordy one slave who after finishing the domestic work , made himself useful by cleaning the swords of the faithful.

یعنی حضرت ابوبکر پیغمبر اسلام ﷺ کے بعد خلیفہ بنے، آپ کے جانشین کی حیثیت سے ان کو نظام اسلامی میں اگرچہ وسیع اختیارات ملے لیکن ان کے طرز زندگی اور رہن سہن میں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہوئی اور آپ پرانے عرب تمدن پر قائم رہے، وہ مدینہ سے باہر سخ نامی ایک چھوٹے سے قصبے میں ایک بدوی شیخ کی مانند اونٹ کی کھال سے بنے ہوئے خیمے میں اہل وعیال سمیت زندگی بسر کرتے تھے۔ خلافت کے ابتدائی ایام میں سات ماہ آپ ہر روز پیدل یا گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ آتے اور فجر کی نماز مسجد نبوی میں باجماعت ادا کرتے اور مغرب کی نماز ادا کر کے گھر واپس لوٹتے، سات ماہ کے بعد آپ نے مدینہ میں سکونت اختیار کر لی مگر اب بھی آپ کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہ آئی، بڑی سادہ زندگی تھی، صرف ایک غلام تھا جو گھر کا کام کاج بھی کرتا اور فالتو وقت اپنے آقا کے اسلحہ کو تیز کرتا اور کارآمد رکھتا۔ (ضیائے حرم، صدیق اکبر نمبر: ۴۳۰) مسٹر لین پول (Lane)

(Pol) اپنی کتاب Studies in a Mosque میں رقمطراز ہے،

Abu Bakr,s calm judgement and quick sagacity joined to a gentle and compassionate heart, were of incalculable service tothe faith of Islam.

حضرت ابوبکر صدیق فیصلہ کرتے وقت متین اور عادل ہوتے تھے، وہ دل کے نرم اور کریم النفس تھے اور خدمت اسلام کے بے لاگ جذبے سے سرشار تھے۔(ایضا:۳۳۴)

ڈاکٹر ویل (Dr.well) اپنی کتاب A history of the Islamic people میں لکھتے ہیں،

He was kind, simple and pious. As a firest collector of the Quraan to him belonged to credit of its complete preseruation.

حضرت ابوبکر نرم دل، سادہ مزاج، اور متقی و پرہیزگار تھے، آپ کو قرآن پاک جمع کرنے اور اسے محفوظ کرنے کی سعادت بھی ملی۔(ایضا:۳۳۵)

الغرض آپ اخلاق حسنہ اور عادات کریمہ کا عظیم پیکر تھے، جس کی ایک ایک ادا میں سنت مصطفیٰ کا عکس جمیل جلوہ گر تھا، آپ کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کی صورت و سیرت اور عظمت وشوکت کی یاد تازہ ہو جاتی تھی، کسی شاعر نے کیا خوب لکھا ہے ؎

خود آگاہے کہ دین و ملت و ایمان و حکمت را

جمالے ، جلالے ، نگارے ، وقارے

......☆......

باب نمبر 3

مناقبِ رفیعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے اس مجسمہ خیر و برکت کو بے شمار فضائل اور لا تعداد مناقب سے سرفراز فرمایا ہے، اس پر تمام اہل ہدایت کا اجماع ہے کہ انبیا کرام کے بعد تمام انسانوں میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام سب سے بلند ہے، کوئی آپ کا ثانی نہیں، جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تمام عمر کی نیکیاں آپ کی ایک نیکی پر رشک کرتی ہوئی دکھائی دیں تو پھر اور کون آپ کی برابری کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

مقامش ثانی اثنین است بنگر سرفراز یہا
تعالیٰ اللہ ختم المرسلین را یار غار ستے
بزیر گنبد خضرا جوار سید عالم
بہر جانب نزول رحمت پروردگار ستے
شب ہجرت عتیق ما رفیق مصطفیٰ آمد
چہ محبوبے کہ دمساز حبیب کردگار ستے
بیک خیر ابوبکر است تنویر کمالاتش

عمر را گر فضائل مثل انجم بے شمار ستے

آیئے اب چالیس احادیث نبویہ کی روشنی میں آپ کے مناقب ومحاسن کی لازوال داستان کا مطالعہ کیجئے، جو ہمارے ایمان وعرفان کی تازگی کا بہترین ذریعہ ثابت ہوگا۔

......﴿۱﴾......

حضرت عبداللہ بن حصین تمیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ﴿ما دعوت احداً الی الاسلام الا کانت عنده كبوة و تردد و نظر الا ابا بكر ما عكم عنه حين ذكرته و لا تردد فيه﴾ میں نے جس کو بھی اسلام کی دعوت دی اس نے کسی نہ کسی پس وپیش، تردد اور تامل کا اظہار کیا، یہ تو صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے جس نے کسی تردد اور تامل کے بغیر فورا میری دعوت کو قبول کر لیا۔ (البدایہ ۳:۲۷، الریاض النضرہ ۱:۴۱۵، تاریخ دمشق ۳۰:۴۴)

......﴿۲﴾......

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ﴿من سره ان ينظر الى عتيق من النار فلينظر الى ابى بكر﴾ جو چاہتا ہے کہ دوزخ کی آگ سے آزاد کسی انسان کی زیارت کرے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زیارت کر لے۔ (المستدرک ۳:۶۴، مسند ابویعلیٰ ۸:۳۰۲، الفردوس ۳:۵۴۰، مجمع الزوائد ۹:۴۱)

......﴿۳﴾......

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ علی الصبح میرے گھر تشریف لائے اور فرمایا، آج رات میں مسجد حرام میں محو استراحت تھا (پھر اللہ تعالیٰ نے معراج کرائی) حضرت ابوبکر نے کہا آپ نے سچ فرمایا، آپ نے سچ فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس دن ارشاد فرماتے ہوئے سنا، ﴿یا ابا بكر ان الله قد سماك

الصدیق ﴾ اے ابوبکر بے شک اللہ تعالیٰ نے تیرا نام صدیق رکھ دیا ہے۔(الفردوس ۵:۳۰۷، الاصابہ ۸:۱۳۷، معجم ابویعلیٰ ۱۰:۴۵)

﴿۴﴾

حضرت اسد بن زرارہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو لوگوں سے خطاب فرماتے ہوئے دیکھا، آپ نے التفات فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نظر نہ آئے، پھر آپ نے ارشاد فرمایا، ﴿ ابو بکر ابو بکر ان روح القدس جبریل علیہ السلام اخبرنی انفاً ان خیر امتك بعدك ابو بکر الصدیق ﴾ اے ابوبکر بیشک ابھی ابھی حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ آپ کی امت میں بہترین انسان ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔(مجمع الزوائد ۹:۴۴، طبرانی اوسط ۶:۲۹۲)

﴿۵﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ﴿ لو کنت متخذا من امتی خلیلا لا تخذت ابا بکر ولکن اخی وصاحبی ﴾ اگر میں اپنی امت سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر صدیق کو بناتا، لیکن وہ میرا بھائی اور میرا ساتھی ہے۔(بخاری ۳:۱۳۳۸، مسلم، مسند احمد ۱:۴۳۷)

﴿۶﴾

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ﴿ لو کنت متخذا من هذه الامة خلیلا دون ربی لا تخذت ابن ابی قحافة ولکنه اخی فی الدین وصاحبی فی الغار ﴾ اگر میں اپنے رب تعالیٰ کے سوا اس امت کے کسی فرد کو خلیل بناتا تو ابوقحافہ کے لخت جگر ابوبکر کو بناتا لیکن وہ دین میں میرا بھائی اور غار میں میرا ساتھی ہے۔(حلیۃ الاولیا ۴:۲۰۷)

﴿۷﴾

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی،
﴿اللھم انك جعلت ابابكر رفيقي في الغار فاجعله رفيقي في الجنة﴾ اے اللہ، تو نے ابو بکر کو غار میں میرا ساتھی بنایا تھا پس میں جنت میں اسے اپنا ساتھی بنا تا ہوں
(الریاض النضرہ ۲: ۷۳، میزان الاعتدال ۶: ۳۶۱)

﴿۸﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس ﷺ کے مرض وصال کے دوران حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کو نماز پڑھایا کرتے تھے، سوموار کا دن آ گیا اور صحابہ کرام نماز کی حالت میں کھڑے تھے، حضور اقدس ﷺ نے حجرہ مبارکہ کا پردہ اٹھایا اور ہمیں دیکھنے لگے، آپ کا چہرہ مبارک ایسے لگ رہا تھا جیسے قرآن کا ورق ہے، پھر آپ تبسم فرماتے ہوئے ہنسے، آپ کی رویت مبارکہ کی خوشی میں ہم نے نماز توڑنے کا ارادہ کر لیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے لوٹے تا کہ صف میں شامل ہو جائیں اور انہوں نے یہ سوچا کہ آپ نماز کے لئے تشریف لانے والے ہیں، حضور اقدس ﷺ نے ہماری طرف اشارہ فرمایا، تم اپنی نماز مکمل کر لو اور پردہ نیچے کر دیا، اسی روز آپ دنیا سے چلے گئے۔ (بخاری ۱: ۲۴۰، مسلم ۱: ۳۱۵، مصنف عبدالرزاق ۵: ۴۳۳، السنن الکبریٰ ۳: ۷۵)

﴿۹﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا
﴿لا ينبغي لقوم فيهم ابو بكر ان يو مهم غيره﴾ کسی بھی قوم کے لئے روا نہیں کہ ابو بکر کے ہوتے ہوئے ان کی امامت کوئی اور کروائے۔ (جامع ترمذی ۵: ۶۱۴، الریاض النضرہ ۲: ۸۲)

﴿۱۰﴾

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کسی چیز کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اسے دوبارہ حاضر ہونے کا حکم دیا، اس نے عرض کی، یارسول اللہ اگر میں دوبارہ آؤں اور آپ کو نہ پاسکوں تو کیا کروں، راوی کا بیان ہے کہ گویا وہ عورت آپ کے وصال پاک کی طرف اشارہ کر رہی تھی، آپ نے ارشاد فرمایا ﴿فان لم تجدینی فاتی ابوبکر﴾ اگر تم مجھے نہ پاؤ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آجانا۔ (بخاری ۳:۱۳۳۸، مسلم ۴:۱۸۵۶، ترمذی ۵:۶۱۵، طبرانی فی الکبیر ۲:۱۳۲، طبقات ۳:۱۷۷)

﴿۱۱﴾

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے پاس عبدالقیس کا وفد آیا، ایک شخص نے ناروا گفتگو کی تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ اس کا جواب دیں، انہوں نے بہت اچھا جواب دیا، رسول مکرم ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو رضوان اکبر دیا ہے، کسی نے عرض کیا، یارسول اللہ رضوانِ اکبر کیا ہے، آپ نے ارشاد فرمایا، ﴿یتجلی اللہ لعبادہ فی الا خرۃ عامۃ و یتجلی لابی بکر خاصہ﴾ اللہ تعالیٰ آخرت میں اپنے بندوں کے لئے عام تجلی فرمائے گا جبکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے خاص تجلی فرمائے گا۔ (المستدرک ۳:۸۳، الریاض النضرۃ ۲:۷۶)

﴿۱۲﴾

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ہر نبی کے دو وزیر اہل آسمان سے ہیں اور دو وزیر اہل زمین سے ہیں ﴿فاما وزیر ای من اہل السماء فجبریل و میکائیل و اما وزیر ای من اہل الارض فابو بکر و عمر﴾ پس اہل آسمان سے میرے دو وزیر جبریل و میکائیل ہیں اور اہل زمین سے میرے دو

وزیر ابوبکر اور عمر ہیں، (ترمذی ۵:۶۱۶، المستدرک ۲:۲۹۰، تہذیب الاسماء ۲:۴۷۸، الریاض النضرۃ ۱:۳۳۵)

﴿۱۳﴾

حضرت عبداللہ بن حنطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو دیکھ کر فرمایا ﴿ھذان السمع و البصر﴾ یہ دونوں (میرے) کان اور آنکھ ہیں، (ترمذی ۵:۶۱۳، الاصابہ ۴:۶۴)

﴿۱۴﴾

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے حضور اقدس ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا، میرا ارادہ ہے کہ میں تمام دنیا میں کچھ لوگ بھیجوں جو لوگوں کو سنتوں اور فرضوں کے متعلق تعلیم دیں، جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو بھیجا تھا، کسی نے عرض کیا، آپ کا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے بارے میں کیا ارادہ ہے، آپ نے ارشاد فرمایا، ﴿انہ لا غنی بی عنھما انھما من الدین السمع و البصر﴾ ان دونوں کے علاوہ میرے لئے کون ہے، وہ دونوں تو دین میں کان اور آنکھ کی مانند ہیں۔ (المستدرک ۱:۷۸)

﴿۱۵﴾

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ذات السلاسل کی جنگ کے بعد حضور اقدس ﷺ سے سوال کیا کہ آپ کس سے زیادہ محبت کرتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا، عائشہ سے، پھر سوال کیا کہ مردوں میں سے، آپ نے ارشاد فرمایا، اس کے باپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے، پھر پوچھا کہ ان کے بعد، آپ نے ارشاد فرمایا، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے، پھر آپ نے اور لوگوں کا نام بھی لیا، (ترمذی ۵:۷۰۶، مسند احمد ۴:۲۰۳، مسند ابویعلیٰ ۱۳:۳۲۹، بخاری ۳:۱۳۳۹، مسلم کتاب فضائل الصحابہ)

﴿۱۶﴾

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور اقدس ﷺ کے پاس تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے فرمایا، یہ صاحب لڑکر آئے ہیں، پھر انہوں نے سلام کیا اور بتایا کہ میری حضرت عمر سے تکرار ہوگئی تو جلدی سے ایک ایسی بات نکل گئی جس پر مجھے ندامت ہے، میں نے ان سے معافی بھی مانگی لیکن انہوں نے معاف نہیں کیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، اے ابوبکر، اللہ تمہیں معاف فرمائے، یہ تین مرتبہ فرمایا، پھر حضرت عمر بھی نادم ہوکر آگئے اور سلام عرض کیا، اس وقت آپ کا رنگ متغیر ہوگیا تو یہ جلال دیکھ کر حضرت ابوبکر ڈر گئے اور عرض کیا، یارسول اللہ، اللہ کی قسم زیادتی میں نے کی ہے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ﴿ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت وقال ابو بکر صدق و اسانی بنفسہ ومالہ فھل انتم تارکو لی صاحبی﴾ بے شک اللہ نے مجھے تمھاری طرف بھیجا تو تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا لیکن ابوبکر نے (ہر قدم پر میری) تصدیق کی اور اپنی جان اور مال کے ساتھ میری خدمت کی، کیا تم میرے لئے میرے ساتھی سے درگزر کروگے، پھر اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کبھی تکلیف نہ دی گئی، (السنن الکبری ۱۰:۲۳۲، حلیۃ الاولیاء ۹:۳۰۴، تہذیب الکمال ۱۰:۱۱۰، بخاری کتاب المناقب)

﴿۱۷﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ مرض وصال کے دوران باہر تشریف لائے، آپ نے سرانور کپڑے میں لپیٹا ہوا تھا، آپ منبر پر رونق افروز ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی، پھر ارشاد فرمایا، ﴿انہ لیس احد امن علی فی نفسہ و مالہ من ابی بکر ابن ابی قحافہ﴾ بے شک کوئی انسان ایسا نہیں جس نے اپنی جان اور مال کے ساتھ مجھ پر ابوبکر بن ابی قحافہ سے بڑھ کر احسان کیا ہو،

(بخاری ۱:۱۷۸، مسند احمد ۱:۲۷۰، سنن نسائی ۵:۳۵، طبرانی فی الکبیر ۱۱:۳۳۸، طبقات ۲:۲۲۸، ابن حبان ۱۵:۲۷۵)

﴿۱۸﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا،

﴿مالاحد عندنا ید الا وقد کافیناہ ما خلا ابابکر فان لہٗ عندنا یدا یکافئہ اللہ بہ یوم القیامۃ﴾ کسی بھی انسان کا ہماری ذات پر کوئی احسان نہیں جس کا ہم نے (بہترین) بدلہ نہ دیا ہو، سوائے ابوبکر کے، بے شک ان کا ہم پر جو احسان ہے اس کا بدلہ قیامت کے دن اللہ عطا کرے گا۔(ترمذی ۵:۶۰۹، الفردوس ۴:۱۰۴، تہذیب الاسماء ۲:۴۷۸)

﴿۱۹﴾

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا،

﴿رحم اللہ ابا بکر زوجنی بنتہ وحملنی الی دار الھجرۃ واعتق بلالا من مالہ﴾ اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے کہ انہوں نے اپنی بیٹی کا میرے ساتھ نکاح کیا، مجھے اٹھا کر مدینہ لائے اور اپنے مال سے بلال کو آزاد کروایا۔(ترمذی ۵:۶۳۳، مسند بزار ۳:۵۲، تہذیب الکمال ۱۰:۲۰۲، طبرانی فی الاوسط ۶:۹۵)

﴿۲۰﴾

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ ایک روز منبر مبارک پر جلوہ فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا، ﴿لا تبقین فی المسجد خوخۃ الا خوخۃ ابی بکر﴾ مسجد میں ابوبکر کی کھڑکی کے سوا کسی کی کھڑکی باقی نہ رکھی جائے۔(بخاری ۱:۱۷۷، ترمذی ۵:۶۰۸، سنن نسائی ۵:۳۵، صحیح ابن حبان ۱۵:۲۷۷) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (مسجد میں) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔(ترمذی ۵:۶۱۶، سنن بیہقی ۲:۴۴۲، سنن دارمی ۱:۵۱)

﴿۲۱﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا،

﴿ارحم امتی بامتی ابوبکر و اشدھم فی امر اللہ عمر و اصدقھم حیاء عثمان﴾ ،میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ابوبکر ہیں اور اللہ کے حکم میں سب سے زیادہ شدت والے عمر ہیں اور حیا میں سب سے زیادہ مقدم عثمان ہیں، (ترمذی ۵:۶۶۴، سنن ابن ماجہ ۱:۵۵، المستدرک ۳:۴۷۷) ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں، ﴿واقضی امتی علی ابن ابی طالب﴾ ،میری امت میں سب سے زیادہ قاضی علی ہیں، (طبرانی فی الصغیر ۱:۳۳۵)

﴿۲۲﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں کسی چیز کا جوڑا خرچ کرے گا اسے جنت کے دروازوں سے آواز دی جائے گی، اے اللہ کے بندے یہ بھلائی ہے، جو اہل صلوٰۃ سے ہوگا اس کو باب الصلوۃ سے آواز دی جائے گی، جو اہل جہاد سے ہوگا، اسے باب الجہاد سے، جو اہل صدقہ سے ہوگا اسے باب الصدقہ سے اور جو اہل صیام سے ہوگا اسے باب الصیام سے آواز دی جائے گی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ کیا کوئی ایسا آدمی بھی ہے جس کو تمام دروازوں سے آواز دی جائے گی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ﴿نعم و ارجو ان تکون منھم یا ابابکر﴾ ہاں اور مجھے امید ہے کہ اے ابوبکر! تم ان لوگوں میں سے ہو،

(مصنف ابن ابی شیبہ ۶:۳۵۳، بخاری ۳:۱۳۴۰، مسند احمد ۲:۲۶۸، سنن نسائی ۵:۳۶، صحیح ابن حبان ۸:۲۰۶)

﴿۲۳﴾

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ﴿ان اللہ عزوجل فی السماء لیکرہ ان یخطا ابوبکر فی الارض﴾ اللہ تعالیٰ آسمان میں

نہیں چاہتا کہ زمین پر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کوئی خطا ہو، (فضائل الصحابہ ۱:۴۲۱، طبرانی فی الکبیر ۲۰:۶۷)

......﴿۲۴﴾......

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ گھر سے مسجد میں تشریف لائے تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر آپ کے دائیں اور بائیں موجود تھے آپ نے ان دونوں کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا، پھر آپ نے ارشاد فرمایا، ﴿ھکذا نبعث یوم القیامة﴾ ہم قیامت کے دن اس طرح اٹھیں گے، (ترمذی ۵:۶۱۳، المستدرک ۴:۳۶۲، سنن ابن ماجہ ۱:۳۸)

......﴿۲۵﴾......

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ نے ارشاد فرمایا، سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شق ہوگی اور پھر عمر سے شق ہوگی، پھر میں اہل بقیع کے پاس آؤں گا تو ان سے زمین شق ہوگی، میں ان تمام کے درمیان اٹھایا جاؤں گا، (المستدرک ۳:۷۲)

......﴿۲۶﴾......

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ہم حضور اقدس ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے ارشاد فرمایا، ﴿یطلع علیکم رجل من اھل الجنة﴾ ابھی تمھارے پاس ایک جنتی آدمی آئے گا، پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے، سلام کیا اور بیٹھ گئے، (ترمذی ۵:۶۲۲، المستدرک ۳:۷۶، مجمع الزوائد ۹:۱۱۷) اس مضمون کی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے، ہم حضور اقدس ﷺ کے ہمراہ ایک صحابیہ کے گھر گئے، انہوں نے ہمارے لئے بکری ذبح کی، آپ ﷺ نے فرمایا، ﴿لیدخل رجل من اھل الجنة﴾ ابھی ایک جنتی مرد اندر داخل ہوگا، پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے، (المستدرک ۳:۱۳۶، مسند احمد ۳:۳۸۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، حضرت جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنت کا دروازہ دکھایا جسمیں سے میری امت جنت میں داخل ہوگی، حضرت ابو بکر نے عرض کیا، یا رسول اللہ، میری خواہش ہے کہ میں بھی آپ کے ہمراہ ہوتا تا کہ جنت کا دروازہ دیکھ لیتا، آپ نے ارشاد فرمایا ﴿اما انك يا ابابكر اول من يدخل الجنة من امتي﴾ اے ابو بکر میری امت میں تم ہی تو وہ شخص ہو جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا، (سنن ابی داود ۴: ۲۱۳، المستدرک ۳: ۷۷، تہذیب الاسماء ۲: ۴۷۸)

......﴿۲۸﴾......

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا، ﴿هذان سيد اكهول اهل الجنة من الاولين والاخرين الا النبيين والمرسلين﴾ نبیوں اور رسولوں کے علاوہ یہ دونوں پہلوں اور پچھلوں کے سب عمر رسیدہ جنتیوں کے سردار ہیں، (ترمذی ۵: ۶۱۰، طبرانی فی الاوسط، ۷: ۶۸، فضائل الصحابہ ۱: ۱۴۸) یہ روایت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، جس میں اتنا اضافہ ہے کہ اے علی رضی اللہ عنہ ان دونوں کو ان کی زندگی میں یہ بات نہ بتانا، (سنن ابن ماجہ ۱: ۳۶، ترمذی ۵: ۶۱۱، الفردوس ۱: ۴۳۷، مصنف ابن ابی شیبہ ۶: ۳۵۰)

......﴿۲۹﴾......

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا، ﴿انت صاحبي على الحوض و صاحبي في الغار﴾ تم حوض کوثر پر میرے ساتھی ہو اور غار ثور میں میرے ساتھی ہو، (ترمذی ۵: ۶۱۳)

......﴿۳۰﴾......

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا،

﴿حب ابی بکر و شکرہ واجب علی امتی﴾ ابوبکر کی محبت اور شکر میری تمام امت پر واجب ہے۔(الفردوس ۲:۱۴۲)

﴿۳۱﴾

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، بے شک میں (بذات خود) نہیں جانتا کہ تمھارے پاس کتنی دیر رہوں گا، تم میرے بعد ان لوگوں کی اطاعت کرنا، پھر آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا، (ترمذی ۵:۶۱۰، سنن ابن ماجہ ۱:۳۷، مسند احمد ۵:۳۸۵) ایک روایت کے الفاظ ہیں، ﴿اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر﴾ تم میرے بعد ابوبکر اور عمر کی اطاعت کرنا، (سنن بیہقی ۸:۱۵۳، مجمع الزوائد ۹:۲۹۵)

﴿۳۲﴾

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جنت میں اونچے درجوں پر فائز لوگوں کو نیچے درجوں والے لوگ اس طرح دیکھیں گے جس طرح وہ آسمانی ستاروں کو دیکھتے ہیں، ابوبکر و عمر ان اونچے درجے والوں میں شامل ہیں، کیا ہی اچھی قسمت کے مالک ہیں، (مجمع الزوائد ۹:۵۴)

﴿۳۳﴾

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ منبر مبارک پر جلوہ گر ہوئے اور ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا کی زیبائش حاصل کرلے یا اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ حاصل کرلے، تو اس بندے نے وہ پسند کرلیا جو اللہ کے پاس ہے، حضرت ابوبکر نے عرض کیا، یا رسول اللہ ہمارے والدین آپ پر قربان ہوں، ہمیں حیرت ہوئی اور لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ اس شیخ کو

دیکھو، حضور اقدس ﷺ تو کسی بندے کی بات کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا کی زیبائش یا اپنے پاس والی نعمتوں کو حاصل کرنے کا اختیار دیا ہے اور یہ کہہ رہے ہیں، ہمارے والدین آپ پر قربان ہوں، حضرت ابوسعید فرماتے ہیں، دراصل یہ اختیار حضور اقدس ﷺ کو ہی عطا کیا گیا تھا اور حضرت ابوبکر اس راز کو سب سے زیادہ جانتے تھے،

(بخاری ۳: ۱۴۱۷، ترمذی ۶: ۴۱)

﴿۳۴﴾

حضرت امام زہری علیہ الرحمہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا، کیا تم نے ابوبکر کی شان میں کچھ نہیں کہا، انہوں نے عرض کیا ہاں، آپ نے فرمایا، مجھے بھی سناؤ، حضرت حسان نے یہ اشعار سنائے

ثانی اثنین فی الغار المنیف وقد
طاف العدو به اذ صعد الجبلا
وکان حب رسول اللہ علموا
من البریة لم یعدل به رجلا

یہ اشعار سن کر آپ ہنس پڑے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے، پھر آپ نے ارشاد فرمایا، اے حسان تم نے سچ کہا ہے واقعی وہ ایسے ہی ہیں، (المستدرک ۳: ۷۶)

﴿۳۵﴾

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں بعثت کے ابتدائی دنوں میں رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ مکہ مکرمہ میں خفیہ تبلیغ فرمایا کرتے تھے، میں نے آپ کی باتیں سن کر عرض کیا، آپ کا دین تو بہت اچھا ہے لیکن آپ کی اتباع کس نے کی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا، ایک غلام اور ایک آزاد نے، یعنی ابوبکر اور بلال نے، (المستدرک ۳: ۶۸، مسند احمد ۴: ۱۱۱)

﴿۳۶﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، چاندنی رات میں رسول ﷺ کا سر انور میری گود میں تھا، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ، کیا کسی انسان کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر بھی ہوں گی، فرمایا، ہاں عمر کی، میں نے عرض کیا، ﴿ فاین حسنات ابی بکر ﴾ تو ابوبکر صدیق کی نیکیاں کہاں گئیں، آپ نے فرمایا، ﴿انما جمیع حسنات عمر کحسنۃ واحدۃ من حسنات ابی بکر﴾ عمر کی ساری نیکیاں ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کی مانند ہیں، (رواہ رزین، مشکوۃ باب المناقب)

﴿۳۷﴾

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آسمان سے ایک ترازو اتری تو آپ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تولے گئے، آپ بڑھ گئے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تولے گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑھ گئے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تولے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑھ گئے، پھر وہ ترازو اٹھالی گئی، اس پر رسول اللہ ﷺ غمگین ہو گئے پھر آپ نے ارشاد فرمایا، یہ نبوت کی خلافت ہے، پھر اللہ جسے چاہے گا ملک دے گا، (رواہ الترمذی وابوداود، مشکوۃ باب المناقب)

﴿۳۸﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، میرے پاس اپنے والد ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اپنے بھائی کو بلاؤ تا کہ میں ایک تحریر لکھ دوں کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا کرے یا کہنے والا کہے کہ میں (خلافت کا حقدار ہوں) لیکن اللہ اور ایمان والے ابوبکر کے سوا کسی کو (خلافت کا حقدار) نہیں مانیں گے (رواہ مسلم، مشکوۃ باب المناقب)

﴿۳۹﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک شخص گائے لئے جارہا تھا، تھک گیا تو اس پر سوار ہو گیا، وہ بولی کہ ہم اس کام کے لئے نہیں پیدا کئے گئے، ہم زمین کی کھیتی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں تو لوگ بولے، سبحان اللہ گائے بول رہی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس پر میں اور ابو بکر و عمر ایمان لائے، حالانکہ وہ دونوں وہاں نہ تھے اور فرمایا کہ ایک شخص اپنی بکریوں میں تھا کہ ان میں سے ایک بکری پر بھیڑیے نے حملہ کیا اور اسے لے گیا تو اسے بکری والے نے پکڑ لیا اور اس سے چھڑا لیا، بھیڑیے نے کہا کہ درندوں کے دن اس کا کون محافظ ہوگا، جس دن میرے سوا اس کا کوئی چرواہا نہ ہوگا تو لوگ بولے، سبحان اللہ بھیڑیا بول رہا ہے۔ فرمایا کہ اس پر میں ایمان لایا اور ابو بکر اور عمر ایمان لائے حالانکہ وہ دونوں وہاں نہ تھے۔ (مسلم و بخاری، مشکوٰۃ باب المناقب)

﴿۴۰﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ﴿ما صب اللہ فی صدری شیأا الا صببتہ فی صدر ابی بکر﴾ کوئی چیز ایسی اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں نہیں ڈالی جس کو میں نے ابو بکر کے سینے میں نہ ڈال دیا ہو۔ (حضرات القدس ۱:۳۶، بحوالہ مستدرک)

باب نمبر 4
آثارِ صحابہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حدیث مبارک میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی خوش نصیب انسان کو اپنا محبوب بنالیتا ہے تو اہل آسمان اور اہل زمین کے دلوں میں اس کی محبت جاگزیں فرمادیتا ہے، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے سب سے زیادہ محبوب ہیں لہذا ان کی محبت واطاعت کو تمام صحابہ کرام اور تابعین عظام نے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اختیار کیا، اور ان کی مدحت سرائی میں خوب رطب اللسان رہے، یہ تاریخی حقیقت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بڑھ کر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعظیم وتوقیر کی ہے، ذیل میں اس کی روشن مثالیں رقم کی جاتی ہیں،

﴿۱﴾

روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو آپ روئے اور فرمانے لگے، میری آرزو ہے کہ میرے سارے عمل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایک دن اور ایک رات کے عمل کی طرح ہوتے، آپ کی رات وہ رات ہے جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غار کی طرف پہنچے، تو جب وہ دونوں غار تک

پہنچے، عرض کیا، واللہ آپ اس میں داخل نہ ہوں حتیٰ کہ آپ سے پہلے میں داخل ہو جاؤں اگر اس میں کوئی چیز ہو تو پہلے مجھے نقصان پہنچائے نہ کہ آپ کو، پھر آپ داخل ہوئے اور اسے صاف کیا اور اس کے ایک کنارے میں سوراخ پائے، آپ رضی اللہ عنہ نے تہمند پھاڑا اور سوراخ بند کئے، ان میں سے دو سوراخ رہ گئے تو ان میں اپنے پاؤں دیدیئے، پھر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ تشریف لائیں، رسول اللہ ﷺ نے تشریف لا کر اپنا سر آپ رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھا اور سو گئے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں سوراخ سے ڈس لیا گیا، آپ رضی اللہ عنہ نے بالکل جنبش نہ کی، اس ڈر سے کہ رسول اللہ ﷺ جاگ نہ پڑیں، پھر آپ رضی اللہ عنہ کے آنسو رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک پر گرے تو فرمایا، اے ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کیا ہوا، عرض کیا، آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، میں تو ڈس لیا گیا، تب رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعاب دہن لگا دیا تو وہ تکلیف جاتی رہی، پھر وہ زہر لوٹ آیا اور آپ کی وفات کا سبب بنا، آپ کا دن وہ، جب رسول اللہ ﷺ نے وصال فرمایا تو اہل عرب مرتد ہو گئے، اور بولے کہ ہم زکوٰۃ نہ دیں گے، آپ نے فرمایا' مجھے ایک رسی کا انکار بھی کریں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا، میں نے عرض کیا، اے رسول اللہ کے خلیفہ، لوگوں سے الفت کریں اور نرمی سے کام لیں، آپ نے فرمایا، تم جاہلیت میں سخت تھے اور اسلام میں نرم ہو، وحی بند ہو چکی ہے اور دین مکمل ہو چکا ہے، کیا میرے ہوتے ہوئے دین میں کمی کی جائے گی، (رواہ رزین، مشکوٰۃ، باب المناقب)

☆......حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے، ﴿ابو بکر سیدنا خیرنا واحبنا الی رسول اللہ ﷺ﴾ ابو بکر ہمارے سردار ہیں، ہمارے بہترین انسان ہیں، اور رسول اللہ ﷺ کے حضور ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں، (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ باب المناقب)

﴿۲﴾

حضرت حمران سے روایت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿ان ابا بکر احق الناس بها يعني الخلافة انه صديق وثاني اثنين وصاحب رسول الله ﷺ﴾ بے شک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ حقدار ہیں، کیونکہ وہ صدیق ہیں، ثانی اثنین ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے مصاحب خاص ہیں، (کنز العمال ۳: ۱۴۰)

﴿۳﴾

حضرت عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ﴿خير الناس بعد رسول الله ﷺ ابوبكر وخير الناس بعد ابي بكر عمر﴾ حضور اقدس ﷺ کے بعد بہترین ابوبکر ہیں اور ان کے بعد بہترین عمر ہیں، (سنن ابن ماجہ ۱/ ۳۹، حلیۃ الاولیاء ۷/ ۱۹۹، الاستیعاب ۳/ ۱۱۴۹) آپ کا فرمان ہے، ﴿خير هذه الامة بعد نبيها ابو بكر﴾ حضور اقدس ﷺ کے بعد اس امت کا افضل انسان ابوبکر ہے، (طبرانی فی الاوسط ۱: ۲۹۸، مصنف ابن ابی شیبہ ۶: ۳۵۱، مسند احمد ۱: ۱۲۷) آپ نے ایک مرتبہ صحابہ کرام سے پوچھا کہ لوگوں میں سب سے بہادر کون ہے، انہوں نے عرض کیا، آپ ہیں، آپ نے فرمایا، ﴿اشجع الناس ابوبكر﴾ لوگوں میں سب سے بہادر ابوبکر صدیق ہیں، غزوہ بدر میں ہم نے حضور اقدس ﷺ کیلئے ایک چھپر تیار کیا اور کہا کہ آپ کے ساتھ کون رہے گا تا کہ کوئی مشرک آگے نہ بڑھ سکے، اللہ کی قسم، ابوبکر کے سوا کوئی آگے نہ بڑھا، (جو حفاظت رسول کا فریضہ سرانجام دیتا) وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس تلوار لے کر کھڑے ہو گئے، پھر جونہی کوئی دشمن رسول اس طرف آتا تو وہ اس پر حملہ کر دیتے، (الریاض النضرہ ۲: ۳۲) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، وصال مصطفیٰ ﷺ کے بعد ہم نے اپنے کام میں غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچے کہ

حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز میں امام بنایا ہے، چنانچہ ہم دنیا کے معاملے میں اس پر راضی ہو گئے، جس پر حضور نبی کریم ﷺ ہمارے دین کے معاملے میں راضی ہو چکے تھے، ہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا، (اور خود ان کی اطاعت کرنے لگے)، (الاستیعاب ۳:۱۷ ۹۷، طبقات ابن سعد ۳: ۱۸۳، تہذیب الاسماء ۲: ۴۸۰، صفۃ الصفوہ ۱/ ۲۵۷) آپ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا والی بناؤ گے تو انہیں دنیا سے بیزار اور آخرت کے لئے تیار پاؤ گے، (مسند احمد ۱: ۱۰۸، الاصابہ ۴: ۵۲۹)

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے اپنے والد گرامی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا، حضور اقدس ﷺ کے بعد آپ افضل ہیں، آپ نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ میں نے پوچھا، ان کے بعد افضل کون ہے، آپ نے فرمایا، عمر، میں نے اس ڈر سے کہ اب آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیں گے، خود ہی کہہ دیا کہ ان کے بعد سب سے افضل **آپ ہیں**' آپ نے فرمایا، نہیں میں تو مسلمانوں میں ایک عام آدمی ہوں، (بخاری ۳: ۱۳۴۲، سنن ابی داؤد ۴: ۲۰۶، تہذیب الاسماء ۲: ۳۲۸)

......﴿۴﴾......

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہم حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر کسی صحابی کو نہ سمجھتے تھے، ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور پھر ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سمجھتے، باقی صحابہ کرام کو رہنے دیتے، ان میں کسی کی افضلیت بیان نہ کرتے (بخاری)، ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ دنیا میں زندہ تھے تو ہم ان کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، پھر ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور پھر ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تمام امت نبی سے افضل جانتے تھے، (مشکوۃ باب المناقب)

﴿۵﴾

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ حقدار خلافت ہیں، آپ رضی اللہ عنہ صاحب غار ہیں، ثانی اثنین ہیں۔ ہم آپ کے شرف و عزت کو جانتے ہیں، بے شک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں آپ ہی کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ (المستدرک ۳:۷۰، سنن بیہقی ۸: ۱۵۲، البدایہ ۶: ۳۰۶)

﴿۶﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے، ﴿وشاورھم فی الامر﴾ یعنی تمام کاموں میں ان سے مشورہ کرو، اس آیت کریمہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ لینے کا حکم ہوا۔ (المستدرک ۳:۷۴)

﴿۷﴾

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے، ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا ﴿یا خیر الناس بعد رسول اللہ﴾ اے اللہ کے رسول کے بعد بہترین انسان۔ (ترمذی ۵:۶۱۸، المستدرک ۳:۹۲)

﴿۸﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے، جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی گئی تو آپ نے یہ واقعہ صبح کے وقت لوگوں سے بیان فرمایا، کچھ ایمان لانے والے لوگ بھی اس واقعہ کا انکار کرنے لگے، وہ دوڑ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور بولے، کیا آپ اپنے ساتھی کی اس بات پر بھی تصدیق کرتے ہیں کہ آج رات ان کو مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی گئی ہے، آپ نے فرمایا، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے تو سچ فرمایا ہے، انہوں نے کہا، کیا آپ تصدیق کرتے ہیں کہ آج رات وہ مسجد اقصیٰ گئے اور صبح ہونے

سے پہلے لوٹ بھی آئے، آپ نے فرمایا، میں تو صبح وشام ان پر اترنے والی آسمانی خبروں کی تصدیق بھی کرتا ہوں، جو اس واقعہ سے زیادہ بعید ہے، لہذا اس شان تصدیق کی بدولت آپ کو لقب صدیق سے نوازا گیا، (مصنف عبدالرزاق ۵:۳۲۸، المستدرک ۶۵:۳)

﴿۹﴾

شاعر دربار رسالت، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا نذرانہ محبت ہے

اذا تـذكـرت شـجـوا مـن اخـى ثـقـة

فـاذكـرا خـاك ابـا بـكـر بـمـا فـعـلا

خيـر البـرية اتـقـاهـا واعـدلهـا

بـعـد الـنبـى و اوفـاهـا بـمـا حـمـلا

الثـانـى التـالـى الـمـحـمـود مشهـدهٔ

و اول الـنـاس مـنهـم صـدق الـرسـلا

ترجمہ منظوم

جب ترے دل میں کسی بھائی کا ہو نقش خیال

یاد کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کمال بیمثال

عدل میں ، تقویٰ ، فرائض میں، وفا میں بالیقیں

بہترین دوسرا کے بعد وہ ہیں بہتریں

مصطفےٰ کی پیروی کو جاننے والے ہیں آپ

سب رسل کو سب سے پہلے ماننے والے ہیں آپ،

(المستدرک ۳: ۶۷، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۴، فضائل الصحابہ ۱۳۳، مجمع الزوائد ۹: ۳۳۰، الاستیعاب ۳: ۹۶۴، طبرانی فی کبیر ۱۲: ۸۹، سنن بیہقی ۶: ۳۶۹)

﴿۱۰﴾

حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے، ہم حضرت ابو قحافہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ اور حضرت محمد بن عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کے سوا کہیں بھی ایسے چار افراد کو نہیں جانتے جنھوں نے خود اوران کے بیٹوں نے رسول اکرم ﷺ کا دیدار کیا ہو، (طبرانی فی الکبیر۱/۵۴، المستدرک۳/۵۴۰) یعنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خاندان کی چار پشتیں حضور ﷺ کی صحابیت سے مشرف ہوئیں، کسی اور خاندان کو یہ شرف و مقام نصیب نہیں ہوا،

﴿۱۱﴾

حضرت ابوحفص عمرو بن علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا رخ انور ہلکا اور آپ کا نام نامی عبد اللہ بن عثمان ہے۔ حضرتِ لیث بن سعد رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے، آپ بہت خوبصورت تھے اس لئے آپ کا نام عتیق رکھا گیا، اصل نام تو عبد اللہ بن عثمان ہے، (مجمع الزوائد۹:۴۱)

﴿۱۲﴾

حضرت ابومیسرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، جب میں اکیلا ہوتا ہوں تو ایک آواز سنتا ہوں اور اللہ کی قسم ڈرتا ہوں کہ کوئی سانحہ نہ ہو جائے، انہوں نے جواب دیا، معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ آپ سے یہ سلوک نہ کرے گا کیونکہ آپ امانتدار، مہربان اور صادق ہیں، پھر جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا شانہ نبوت میں داخل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ وہاں نہیں تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کا یہ فرمان آپ کو سنایا اور فرمایا، ﴿یا عتیق اذھب مع محمد الی ورقۃ ابن نو فل﴾ اے عتیق، تم محمد مصطفٰے ﷺ کے ہمراہ ورقہ بن نوفل کے پاس جاؤ، (دلائل النبوۃ بیہقی ۲.۱۰۸) پھر

جب آپ سچ لے کر مبعوث ہو گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تصدیق کرنے کا شرف حاصل کر لیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے اوپر سرخ رنگ کی چادر اوڑھ کر باہر تشریف لائیں اور فرمایا، اے ابن ابی قحافہ تمام تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جس نے تمہیں ہدایت سے سرفراز فرمایا، (سیرت حلبیہ ۱:۴۴۱)

﴿۱۳﴾

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو ایک قوم کھانا کھا رہی تھی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا اور فرمایا، تم آسمانی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہے ہو، ان میں کیا پڑھا ہے، اس آدمی نے جواب دیا، حضور اقدس ﷺ کا خلیفہ ان کا صدیق (ابو بکر) ہو گا، (صواعق محرقہ ۲۶)

﴿۱۴﴾

حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمارے حکمران بنائے گئے تو وہ بہت اچھے خلیفہ ہیں، ہم پر بہت زیادہ رحم فرمانے والے اور مہربانی کرنے والے ہیں، (الاصابہ ۲:۳۴۴)

﴿۱۵﴾

حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں تجارت کرنے کیلئے ملک شام گیا تو وہاں ایک اہل کتاب نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارے پاس کسی شخص نے نبی ہونے کا اعلان کیا ہے، میں نے کہا، ہاں کیا ہے، اس نے کہا، تم اس کی تصویر پہچان لو گے، میں نے کہا، ہاں پہچان لوں گا، وہ مجھے ایک مکان میں لے گیا جہاں بہت سی تصویریں تھیں، وہاں مجھے حضور اقدس ﷺ کی تصویر نظر نہ آئی، اتنے میں ایک اور اہل کتاب آیا اور بولا، کیا کر رہے ہو، ہم نے اسے بتایا تو وہ ہمیں اپنے گھر لے گیا، وہاں میں نے

حضور اقدس ﷺ کی تصویر دیکھ لی، تصویر میں ایک شخص نے آپ کے قدم پکڑے ہوئے تھے، میں نے پوچھا (یہ تو وہ نبی محترم ہیں اور) یہ دوسرا کون ہے؟ وہ اہل کتاب بولا، ہر نبی کے بعد کوئی نبی ضرور آیا مگر اس نبی کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، یہ شخص اس کے بعد خلیفہ ہو گا، میں نے جب غور سے دیکھا تو وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تصویر تھی، (طبرانی فی الکبیر)

﴿۱۶﴾

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے ایک خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک ڈول نازل ہوا ہے، حضور اقدس ﷺ نے اس ڈول سے دس گھونٹ پانی پیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پکڑا دیا، انہوں نے دو اور آدھا گھونٹ پانی پیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دس گھونٹ پانی پیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پکڑا دیا، انہوں نے بارہ گھونٹ اور کچھ پانی پیا تو اسے آسمان پر اٹھالیا گیا، (الفردوس ۲:۳۸۲)

﴿۱۷﴾

حضرت ابو یحییٰ تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے بیشمار مرتبہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کی زبان مبارک سے حضرت ابوبکر کا نام صدیق رکھا ہے، (الاصابہ ۲:۳۴۳)

﴿۱۸﴾

حضرت نزال ہلالی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہم کچھ لوگ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر تھے، آپ کے اصحاب کے بارے میں پوچھا تو فرمایا، حضور اقدس ﷺ کے تمام صحابہ میرے اصحاب ہیں، ہم نے پوچھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتائیے، آپ نے فرمایا، ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ آدمی ہے، جس کا نام اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی زبان سے صدیق رکھا ہے، آپ نماز میں

رسول اکرم ﷺ کے خلیفہ ہوئے، رسول اکرم ﷺ نے آپ کو ہمارے دین کے لئے پسند کیا تو ہم نے آپ کو اپنی دنیا کیلئے پسند کرلیا، (الاصابہ ۲: ۳۱۶)

﴿۱۹﴾

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حضور اقدس ﷺ کے بعد اس امت کے افضل انسان ابو بکر اور ان کے بعد افضل انسان عمر رضی اللہ عنہ ہیں، اگر میں چاہتا تو تیسرے افضل انسان کے بارے میں بھی بتا دیتا، (مسند احمد ۱: ۱۰۹) انہیں سے ایک اور روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حضور اقدس ﷺ کے بعد بہترین امت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ جہاں پسند کرتا ہے، وہاں خیر رکھ دیتا ہے، (ایضاً)

﴿۲۰﴾

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے حضرت عمرو بن حریث نے پوچھا کہ کیا آپ وصال رسول کے وقت موجود تھے، آپ نے فرمایا، ہاں میں موجود تھا، پوچھا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کس دن ہوئی، آپ نے فرمایا، جس دن رسول اللہ ﷺ نے وصال فرمایا، اس لئے کہ لوگوں نے کچھ دن بھی جماعت کے بغیر بسر کرنے کو برا سمجھا، پوچھا، کیا کوئی مہاجر ایسا بھی تھا جو گھر بیٹھا رہا، اور اس نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کی، آپ نے فرمایا، نہیں بلکہ مہاجر تو بغیر دعوت کے بیعت کیلئے دوڑے آئے تھے، (تاریخ طبری ۲: ۴۴۷)

﴿۲۱﴾

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ آپ ہم پر کوئی خلیفہ نہیں بنائیں گے، آپ نے فرمایا، جب حضور اقدس ﷺ نے ایسا نہیں کیا (البتہ اشارے کنائے سے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ذکر فرمایا، جس پر

بہت سے دلائل موجود ہیں)، تو میں کیسے کروں، اگر اللہ تعالیٰ کو لوگوں کی بہتری مقصود ہوگی تو عنقریب میرے بعد ان کو کسی بہتر انسان پر اکٹھا کر دے گا جس طرح ان کے نبی محترم ﷺ کے بعد بہتر انسان پر اکٹھا کر دیا تھا، (دلائل النبوۃ ۷: ۲۲۳، تلخیص الشافی ۲: ۳۷۲)

……﴿۲۲﴾……

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ آپ کے ساتھ پانچ غلام، دو عورتیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، (فتح الباری ۷: ۱۷۰)

……﴿۲۳﴾……

حضرت حبیب بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں تشریف فرما تھے، جب آپ کو ایک آدمی نے اطلاع دی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیعت کیلئے جلوہ فرما ہیں، آپ قمیض پہنے ہوئے جلدی سے نکلے، ازار اور چادر کو بھی نہ اٹھایا کہ کہیں بیعت میں تاخیر نہ ہو جائے۔ پھر آپ نے بیعت کر لی اور ایک آدمی کو کپڑے لانے کیلئے بھیجا، جب وہ لے آیا تو چادر زیب تن فرمائی اور اس مجلس میں بیٹھ گئے، (تاریخ طبری ۲: ۴۴۷)

……﴿۲۴﴾……

حضرت محمد بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا، حضرت حسن بصری سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا، کیا اس میں کوئی شک ہے، تیرا باپ نہ رہے، اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کو خلیفہ بنایا تھا۔ (اسد الغابہ ۳: ۲۲۰)

﴿۲۵﴾

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اپنا امام زیادہ علم والے انسان کو بنایا کرو کیونکہ حضور اقدس ﷺ نے زیادہ علم والے (یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کو ہمارا امام بنایا تھا، (الاستیعاب ۲:۲۵۱)

﴿۲۶﴾

حضرت قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں حضور اقدس ﷺ کے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ آپ کے ہمراہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم تھے، آپ مسجد قبا کی بنیاد رکھ رہے تھے، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ آپ مسجد کی بنیاد رکھ رہے ہیں جبکہ آپ کے ہمراہ صرف تین آدمی ہیں، آپ نے فرمایا، میرے بعد یہی خلافت کے وارث ہیں، (خصائص کبریٰ ۲:۱۱۴)

﴿۲۷﴾

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا تلوار کو چاندی چڑھانا جائز ہے، آپ نے فرمایا، ہاں جائز ہے کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کو چاندی چڑھا رکھی تھی، راوی نے حیران ہو کر پوچھا، آپ بھی ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں، آپ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر فرمایا، ہاں وہ صدیق ہیں، ہاں وہ صدیق ہیں، ہاں وہ صدیق ہیں، جو آدمی ان کو صدیق نہ مانے، اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کے قول کی تصدیق نہ کرے، (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ ۲۶۰)

حضرات اہل بیت کے نزدیک حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کیا مقام تھا، یہ اس بات سے بھی روشن ہے کہ انہوں نے اپنی اولاد کے نام ان کے نام پر رکھے، مثلاً حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے تین بیٹوں کے نام ابو بکر، عمر اور عثمان رکھے، (تاریخ

سلاطین اسلام :۲۹، جلا العیون ۲:۱۴۲) اسی طرح، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے فرزندوں کا نام ابوبکر رکھا، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے وصیت فرماتے ہوئے کہا، میں نے خلفا کرام کے عملوں کو دیکھا اور ان کی خبروں پر غور کیا تو ان کے نقش قدم پر چلا حتیٰ کہ میں بھی ان کی طرح ہو گیا، (نہج البلاغہ جلد ۲) آپ کا یہ فرمان خلفائے ثلاثہ علیہم الرضوان کی حقانیت کی دلیل ہے،

﴿۲۸﴾

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے نانا جان ہیں، اگر میں ان کی عزت وعظمت کو تسلیم نہ کروں تو اللہ تعالیٰ مجھے کوئی عزت و عظمت عطا نہ کرے، (احقاق حق:۷)، پھر فرمایا، ﴿ ولدنی الصدیق مرتین ﴾ صدیق نے مجھے دو مرتبہ پیدا کیا ہے، (ایضا)، اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت امام کی والدہ ام فروہ، حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر کی بیٹی اور ام فروہ کی والدہ، حضرت اسما بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکر کی بیٹی تھیں، (جلاء العیون، کشف الغمہ، احتجاج طبرسی وغیرہ) اس کے علاوہ حضرات اہل بیت کے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان کے ساتھ اور بھی بہت سے رشتے قائم تھے جو اہل انصاف کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں،

باب نمبر 5

اقوالِ ائمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ باقر مجلسی نے (ایک حدیث مبارک کی روشنی میں) لکھا ہے، خدا تعالیٰ امت محمدیہ کو بھوک سے ہلاک نہ فرمائے گا اور نہ گمراہی پر جمع کرے گا، (حیات القلوب ۲/۳۴۳)

گویا یہ امت محمدیہ کا بہت بڑا اعزاز ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ امت محمدیہ کے عظیم افراد نے اپنی کتابوں میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مدحت سرائی کا جو شرف حاصل کیا ہے وہ گمراہی اور بے راہروی پر مبنی نہیں، ان کے ایمانی جذبوں کا خوبصورت اظہار ہے، آیئے اس کہکشانِ نور سے بھی اپنے دلوں کو منور کیجئے،

......﴿۱﴾......

ائمہ احناف کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کفر ہے، یہ مسئلہ تفصیل کے ساتھ ان کی کتابوں میں پایا جاتا ہے، دراصل یہ مسئلہ حضرت امام ابن حسن شیبانی علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا اور ظاہر ہے انہوں نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے اخذ کیا ہوگا...... ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کا انکار امت کے اجماع کا انکار ہے، اور اجماعی حکم کا انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے، اسی لئے امامت صدیقی کے منکر کی تکفیر کی گئی ہے، علمائے اصول کے نزدیک یہی مشہور ہے۔ (صواعق محرقہ: ۲۵۷)

﴿۲﴾

حضرت امام فخر الدین رازی شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، ہجرت میں سب سے مقدم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہ کر سفر ہجرت طے کیا ہے، وہ ہر وقت اور ہر جگہ آپ کے مصاحب خاص تھے، آپ کا یہ منصب دوسرے کسی منصب سے اعلیٰ ہے، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت فرمائی مگر رسول اللہ ﷺ کے بعد فرمائی۔ (تفسیر کبیر ۱۶: ۱۶۹)

﴿۳﴾

حضرت امام عبد الشکور سیالمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب ایمان لائے تو اس دن بھی خلافت کے زیادہ حقدار تھے، کیونکہ بچہ، غلام اور عورت تو خلافت کیلئے موزوں نہیں، لہذا ہم جو آپ کو امامت کا زیادہ حقدار سمجھتے ہیں، یہ بالکل صحیح ہے۔ (التمہید: ۱۷۳)

﴿۴﴾

حضرت امام ابو عبد اللہ قرطبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، احادیث صحیحہ کا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ ہیں اور اس پر اجماع کا انعقاد ہوا ہے، جہاں تک کہ کوئی مخالف نہ رہا، لہذا آپ کی خلافت میں نقص تلاش کرنے والا اپنے فسق و گناہ کی بدولت اہل ہدایت سے کٹا ہوا ہے، کیا اس کو کافر کہا جائے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے اور زیادہ واضح فرمان یہی ہے کہ اس کو کافر کہا جائے۔ (تفسیر قرطبی ۸: ۹۴)

﴿۵﴾

حضرت امام ابن حبان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، حدیث مصطفےٰ کہ میری جانب سے مسجد کے تمام دروازے بند کر دو مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دروازہ کھلا رہے، میں یہ دلیل ہے کہ آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی آپ کے خلیفہ ہوں گے، گویا آپ نے اور لوگوں کی اس طمع کو ہی ختم کر دیا کہ وہ خلافت کی حسرت رکھیں، (ابن حبان ۹:۵)

﴿۶﴾

حضرت امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، حدیث مصطفےٰ ﴿ ولو کنت متخذاً خلیلاً ﴾ اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا، کی شرح میں حضرت امام خطابی، ابن بطال اور دیگر علما کرام نے فرمایا ہے کہ اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اختصاص ظاہر ہے، اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپ ہی خلافت کا استحقاق رکھتے ہیں، یہ استحقاق اور اختصاص کیوں نہ ہو جب حضور اقدس ﷺ نے آپ کا دروازہ بند نہ کرنے کا حکم دیا، اور آپ کو صحابہ کرام کی امامت کے لئے نامزد فرمایا تو یہ آپ کی خلافت کی طرف بہت قوی اشارہ ہے، بعض نے فرمایا کہ آپ کا دروازہ بند نہ کرنے میں آپ کی خلافت کا کنایہ ہے، گویا آپ کے سوا کوئی آدمی بھی خلافت کا طلبگار نہیں ہو سکتا، (سزاوار ہونا تو بڑی بات ہے) (فتح الباری ۷:۱۴)

﴿۷﴾

حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں، اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کفر و ضلالت کا احتمال رکھتے تو صحابہ کرام اپنی عدالت اور کثرت کے باوجود ان کو پیغمبر برحق ﷺ کا جانشین نہ بناتے، خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تکذیب بھی ہوتی ہے اور اس بات کو کوئی بھی صاحب عقل و دانش ہرگز تسلیم نہیں کرے گا، پھر ایسا سمجھنے پر اس زمانے میں کونسی بھلائی رہ جائے گی جس زمانے کے تینتیس ہزار آدمی باطل پر جمع ہو

جائیں اور ایک ضال و مضل کو پیغمبر برحق ﷺ کا جانشین بنادیں، اللہ تعالیٰ اس جماعت کو انصاف کی توفیق دے کہ اکابر پر زبان درازی سے باز آجائیں اور رسول اللہ ﷺ کی صحبت کے حق کو ملحوظ رکھیں، (مکتوب ۲۴ دفتر ۳)، زیادہ کیا لکھوں اور روشن ترین بات کو اور کتنا روشن کروں کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف سے تو قرآن کریم بھی بھرا پڑا ہے، ایک سورۃ والیل کو ہی دیکھ لیجئے کہ تین آیات ان کی شان میں نازل ہوئی ہیں اور صحیح احادیث تو بیشمار ہیں جو ان کے فضائل پر مشتمل ہیں، گذشتہ انبیا کرام کی کتابوں میں بھی ان کے اوصاف و شمائل تھے بلکہ تمام صحابہ کرام کا تذکرہ موجود تھا، (ایضا) حضرات شیخین کی افضلیت اجماع صحابہ و تابعین سے ثابت ہے، جیسا کہ اس کو اکابر نے نقل کیا ہے، جن میں امام شافعی علیہ الرحمہ بھی ہیں، شیخ ابوالحسن اشعری علیہ الرحمہ جو اہلسنت کے سردار ہیں، فرماتے ہیں کہ باقی امت پر شیخین کی افضلیت یقینی ہے اور دوسرے صحابہ پر ان کی افضلیت کا انکار کوئی جاہل یا متعصب ہی کرے گا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی مجھے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتا ہے، وہ مفتری ہے، میں اسے اتنے کوڑے ماروں گا جتنے تہمت لگانے والے کو مارے جاتے ہیں، (مکتوب ۶۷ دفتر ۲)

﴿۸﴾

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں ارشاد فرماتے ہیں اور ایک حدیث نقل کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، شب معراج میں نے دعا کی کہ میرے بعد خلیفہ علی رضی اللہ عنہ ہو، فرشتوں نے عرض کی یا رسول اللہ، جو کچھ اللہ چاہتا ہے، وہی ہوتا ہے، آپ کے بعد خلیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، شیخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ (حضرت علی نے فرمایا) اس وقت تک رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف نہ لے گئے جب تک مجھ سے عہد نہ لیا کہ میرے بعد خلیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں گے پھر عمر پھر عثمان

اور پھر تم خلیفہ ہو گے، (مکتوب ۶۷ دفتر ۲) حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلافت کے منصب پر مہاجرین اور انصار کے اتفاق آراء سے فائز ہوئے تھے، رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد انصار سے چند مقررین نے اپنی تقریروں میں کہا کہ ایک امیر ہم میں سے اور ایک تم میں سے ہو لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے گروہ انصار کیا تم واقف نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کرنے کا حکم دیا تھا، انصار نے بیک زبان ہو کر کہا ہاں! یہ سچ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بتاؤ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بہتر آگے بڑھنے کو کس کا جی چاہتا ہے، انصار نے کہا، معاذ اللہ، ہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھیں، ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، تم میں سے کس کا جی چاہتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جس مقام پر رسول اللہ ﷺ نے کھڑا کیا تھا، وہاں سے ان کو ہٹا دے، پس مہاجرین اور انصار آپس میں متفق ہو گئے اور سب نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی، ان میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بھی تھے، (غنیۃ الطالبین: ۱۹۴) ہمارے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت واضح نص اور اشارہ دونوں سے ثابت ہے، حضرت حسن بصری اور محدثین کرام کی ایک جماعت کا یہی مسلک ہے، (ایضاً: ۱۹۵)

﴿۹﴾

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، مسئلہ افضلیت شیخین ملت اسلامیہ میں قطعی اور یقینی ہے، بترتیب خلافت مشائخ ثلاثہ کی افضلیت پر اجماع امت ہے، (ازالۃ الخفا: ۵۹۵) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بعد امام مطلق اور حضور اقدس ﷺ کے خلیفہ برحق ہیں، پھر عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ (العقیدۃ الحسنہ)

﴿۱۰﴾

حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، یہ ایک ایسی معیت ہے جس کی کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی، حضرت مرزا مظہر جانجاناں علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی معیت کو جہاں اپنے لئے ثابت کیا وہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے بھی ثابت کیا اور اس میں کوئی فرق قائم نہیں کیا، یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضل و منزلت پر دلیل ہے، جس نے آپ کے فضل و منزلت کا انکار کیا گویا اس نے اس آیت کریمہ ﴿ ان اللہ معنا ﴾ کا انکار کیا، (تفسیر مظہری ۴:۲۰۷)

﴿۱۱﴾

حضرت امام محمود آلوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، جس نے بھی انصاف کی نظر سے دیکھا تو سمجھ گیا کہ حضور اکرم ﷺ نے **لا تحزن** فرما کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تسلی دی جس طرح ﴿**لا یحزنک قولھم**﴾ فرما کر اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو تسلی دی تھی، یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضور اکرم ﷺ کے نزدیک وہی مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کا مقام ہے، پس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حبیب اللہ کے حبیب ہیں، (تفسیر روح المعانی)

﴿۱۲﴾

حضرت امام عبد الباقی زرقانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، امام بیہقی علیہ الرحمہ نے الاعتقاد میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا فرمان لکھا ہے کہ تمام صحابہ اور تابعین کا اس پر اتفاق ہے کہ سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں، پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں، امام ابو منصور بغدادی علیہ الرحمہ بھی فرماتے

ہیں، ہمارے اصحاب کا اتفاق ہے کہ خلفائے اربعہ سب سے افضل ہیں، ان کے بعد عشرہ مبشرہ کے باقی چھ حضرات افضل ہیں، (زرقانی علی المواہب ۷:۳۹)

خاص اس سابق سیر قرب خدا
اوحد کا ملیت پہ لاکھوں سلام

سایۂ مصطفیٰ ، مایۂ اصطفا
عز و ناز خلافت پہ لاکھوں سلام

یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل
ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

اصدق الصادقیں سید المتقیں
چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام

......☆......

باب نمبر 6

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زندگی سراسر استقامت اور عزیمت کا شہکار تھی، تمام صوفیہ کا اتفاق ہے کہ ﴿الاستقامۃ فوق الکرامۃ﴾ استقامت کرامت سے بہتر اور برتر ہے، حضرت شیخ بہاؤالدین نقشبند بخاری علیہ الرحمہ سے تو یہاں تک منقول ہے، ﴿الاستقامۃ خیر من الف کرامۃ﴾ ایک استقامت ایک ہزار کرامت سے بھی بہتر اور برتر ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو استقامت علی الدین کا صدقہ بہت سی کرامات و کمالات سے بھی سرفراز فرمایا تا کہ سب اپنے اور بیگانے دیکھ لیں کہ آپ تکوینی امور میں بھی رسول اعظم ﷺ کے نائب اعظم ہیں، اب حصول برکت کے لئے آپ کی چند کرامات حسنہ اور کمالات عالیہ کو بیان کیا جاتا ہے،

......﴿کھانے میں عظیم برکت﴾......

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت کے تین مہمانوں کو اپنے گھر لائے اور خود حضور اکرم ﷺ کی

خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے اور گفتگو میں مصروف رہے، یہاں تک کہ رات کا کھانا آپ نے دستر خوان نبوت پر کھالیا اور بہت زیادہ رات گزر جانے کے بعد مکان پر واپس تشریف لائے، ان کی بیوی نے عرض کیا کہ آپ اپنے گھر پر مہمانوں کو بلا کر کہاں رہے؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا اب تک تم نے مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا؟ بیوی صاحبہ نے کہا کہ میں نے کھانا پیش کیا، مگر ان لوگوں نے صاحب خانہ کی غیر موجودگی میں کھانا کھانے سے انکار کر دیا، یہ سن کر آپ اپنے صاحبزدے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ پر بہت زیادہ خفا ہوئے اور وہ خوف و دہشت کی وجہ سے چھپ گئے اور آپ کے سامنے نہیں آئے پھر جب آپ کا غصہ فرو ہو گیا تو آپ مہمانوں کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھ گئے اور سب مہمانوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھانا کھالیا۔ ان مہمانوں کا بیان ہے کہ جب ہم کھانے کے برتن میں سے لقمہ اٹھاتے تھے، تو جتنا کھانا ہاتھ میں آتا تھا، اس سے کہیں زیادہ کھانا برتن میں نیچے سے ابھر کر بڑھ جاتا تھا اور جب ہم کھانے سے فارغ ہوئے تو کھانا بجائے کم ہونے کے برتن میں پہلے سے زیادہ ہو گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے متعجب ہو کر اپنی بیوی صاحبہ سے فرمایا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ برتن میں کھانا پہلے سے کچھ زائد نظر آتا ہے، بیوی صاحبہ نے قسم کھا کر کہا واقعی یہ کھانا تو پہلے سے تین گنا بڑھ گیا ہے۔ پھر آپ اس کھانے کو اٹھا کر بارگاہ رسالت میں لے گئے۔ جب صبح ہوئی تو ناگہاں مہمانوں کا ایک قافلہ دربار رسالت میں اترا، جس میں بارہ قبیلوں کے بارہ سردار تھے اور ہر سردار کے ساتھ بہت سے دوسرے شتر سوار بھی تھے۔ ان سب لوگوں نے یہی کھانا کھایا، لیکن پھر بھی اس برتن میں کھانا ختم نہیں ہوا۔ (کرامات صحابہ:۴۴، بحوالہ۔ بخاری شریف ۱:۰۶ مختصراً)

شکم مادر میں کیا ہے

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض وفات میں اپنی

صاحبزادی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو وصیت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میری پیاری بیٹی! آج تک میرے پاس جو میرا مال تھا، وہ آج وارثوں کا مال ہو چکا ہے اور میری اولاد میں تمہارے دونوں بھائی عبدالرحمٰن، محمد اور تمہاری دونوں بہنیں ہیں، لہٰذا تم لوگ میرے مال کو قرآن کے حکم کے مطابق تقسیم کر کے اپنا اپنا حصہ لے لینا، یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ابا جان! میری تو ایک ہی بہن "بی بی اسماء" ہیں، یہ میری دوسری بہن کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری بیوی "بنت خارجہ" جو حاملہ ہے، اس کے شکم میں لڑکی ہے، وہ تمہاری دوسری بہن ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام "ام کلثوم" رکھا گیا۔ (ایضا: ۴۵ بحوالہ تاریخ الخلفاء: ۵۷)

اس حدیث کے بارے میں حضرت علامہ تاج الدین سبکی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا کہ اس حدیث سے امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دو کرامتیں ثابت ہوتی ہیں۔

اول: یہ کہ آپ کو قبل وفات یہ علم ہو گیا تھا کہ میں اسی مرض میں دنیا سے رحلت کروں گا، اس لیے بوقت وصیت آپ نے یہ فرمایا "کہ میرا مال آج میرے وارثوں کا مال ہو چکا ہے"

دوم: یہ کہ حاملہ کے شکم میں لڑکا ہے یا لڑکی، اور ظاہر ہے کہ ان دونوں باتوں کا علم یقیناً غیب کا علم ہے، یہ بلاشبہ و بالیقین پیغمبر کے جانشین حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دو عظیم الشان کرامتیں ہیں۔ (ازالۃ الخفاء ۲:۱۲ و حجۃ اللہ ۲:۸۶۰)

حدیث مذکورہ بالا اور علامہ تاج الدین سبکی علیہ الرحمۃ کی تقریر سے معلوم ہوا کہ ﴿ما فی الارحام﴾ یعنی جو کچھ ماں کے پیٹ میں ہے اس کا علم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہو گیا تھا۔ لہٰذا یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ قرآن مجید کی سورہ لقمٰن میں جو ﴿یعلم ما فی الارحام﴾ آیا ہے۔ یعنی خدا کے سوا کوئی اس بات کو نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ اس آیت کا مطلب ہے کہ بغیر خدا کے بتائے ہوئے کوئی اپنی

عقل وفہم سے نہیں جان سکتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ لیکن خداوند تعالیٰ کے بتا دینے سے دوسروں کو بھی اس کا علم ہو جاتا ہے، چنانچہ حضرات انبیاء علیہم السلام وحی کے ذریعے اور اولیائے امت کشف وکرامت کے طور پر خداوند قدوس کے بتا دینے سے یہ جان لیتے ہیں کہ ماں کے شکم میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ مگر اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی، ازلی وابدی اور قدیم ہے اور انبیا، اولیا، کا علم عطائی وفانی اور حادث ہے۔ اللہ اکبر۔ کہاں خداوند قدوس کا علم اور کہاں بندوں کا علم، دونوں میں بے انتہا فرق ہے۔ (کرامات صحابہ: ۴۲)

نگاہ کرامت کی فراست

حضور اقدس ﷺ کی وفات حسرت آیات کے بعد جو قبائل عرب مرتد ہو کر اسلام سے پھر گئے تھے ان میں قبیلہ کندہ بھی تھا۔ چنانچہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس قبیلہ والوں سے بھی جہاد فرمایا اور مجاہدین اسلام نے اس قبیلہ کے سردار اعظم یعنی اشعث بن قیس کو گرفتار کر لیا اور لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر اس کو دربار خلافت میں پیش کیا۔ امیر المومنین کے سامنے آتے ہی اشعث بن قیس نے بآواز بلند اپنے جرم ارتداد کا اقرار کر لیا اور پھر فوراً ہی توبہ کر کے صدق دل سے اسلام قبول کر لیا۔ امیر المومنین نے خوش ہو کر اس کا قصور معاف کر دیا اور اپنی بہن حضرت ''ام فردہ'' رضی اللہ عنہا سے اس کا نکاح کر کے اس کو اپنی قسم قسم کی عنایتوں اور نوازشوں سے سرفراز کر دیا۔ تمام حاضرین دربار حیران رہ گئے کہ مرتدین کا سردار جس نے مرتد ہو کر امیر المومنین سے بغاوت اور جنگ کی اور بہت سے مجاہدین اسلام کا خون ناحق کیا۔ ایسے خونخوار باغی اور اتنے بڑے خطرناک مجرم کو امیر المومنین نے اس قدر کیوں نوازا؟ لیکن جب حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے صادق الاسلام ہو کر عراق کے جہادوں میں اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر ایسے ایسے مجاہدانہ کارنامے انجام دیے کہ عراق کی فتح کا سہرا انہیں کے سر رہا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں

جنگ قادسیہ اور قلعہ مدائن و جلولا و نہاوند کی لڑائیوں میں انہوں نے سرفروشی و جانبازی کے جو حیرتناک مناظر پیش کیے، انہیں دیکھ کر سب کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ واقعی امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نگاہ کرامت نے حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کی ذات میں چھپے ہوئے کمالات کے جن انمول جوہروں کو برسوں پہلے دیکھ لیا تھا، وہ کسی اور کو نظر نہیں آئے تھے۔ یقیناً یہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک بہت بڑی کرامت ہے، (کرامات صحابہ: ۴۷ بحوالہ ازالۃ الخفا ۳۹:۲)

اسی لیے مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عام طور پر یہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے علم میں تین ہستیاں ایسی گزری ہیں جو فراست کے بلند ترین مقام پر پہنچی ہوئی تھیں۔

اول:۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہ ان کی نگاہ کرامت کی نوری فراست نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کمالات کو تاڑ لیا اور آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلافت کے لیے منتخب فرمایا، اس کو تمام دنیا کے مورخین اور دانشوروں نے بہترین قرار دیا ہے،

دوم:۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی حضرت صفورا رضی اللہ عنہا کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روشن مستقبل کو اپنی فراست سے بھانپ لیا اور اپنے والد حضرت شعیب علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ اس جوان کو بطور اجیر کے اپنے گھر پر رکھ لیں جبکہ انتہائی کسمپرسی کے عالم میں فرعون کے ظلم سے بچنے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام اکیلے ہجرت کر کے مصر سے "مدین" پہنچ گئے تھے، چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو اپنے گھر پر رکھ لیا اور ان کی خوبیوں کو دیکھ کر اور ان کے کمالات سے متاثر ہو کر اپنی صاحبزادی حضرت بی بی صفورا کا ان سے نکاح کر دیا اور اس کے بعد خداوند قدوس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت و رسالت کے شرف سے سرفراز فرما دیا۔

سوم: عزیز مصر کہ انہوں نے اپنی بیوی حضرت زلیخا کو حکم دیا کہ اگرچہ حضرت یوسف علیہ

السلام ہمارے زرخرید غلام بن کر ہمارے گھر میں آئے ہیں، مگر خبردار، تم ان کے اعزاز و اکرام کا خاص طور پر اہتمام و انتظام رکھنا، کیونکہ عزیز مصر نے اپنی نگاہ فراست سے حضرت یوسف علیہ السلام کے شاندار مستقبل کو سمجھ لیا تھا کہ گویا آج غلام ہیں، مگر یہ ایک دن مصر کے بادشاہ ہوں گے۔ (ایضاً: ۴۸ بحوالہ تاریخ الخلفا: ۵۷ وازالۃ الخفاء مقصد ۲: ۳۳)

کلمہ طیبہ سے قلعہ مسمار

امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں قیصر روم سے جنگ کے لیے مجاہدین اسلام کی ایک فوج روانہ فرمائی اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اس فوج کا سپہ سالار مقرر فرمایا۔ یہ اسلامی فوج قیصر روم کی لشکری طاقت کے مقابلہ میں صفر کے برابر تھی مگر جب اس فوج نے رومی قلعہ کا محاصرہ کیا اور لا الہ اللہ محمد رسول اللہ کا نعرہ مارا تو کلمہ طیبہ کی آواز سے قیصر روم کے قلعہ میں ایسا زلزلہ آ گیا کہ پورا قلعہ مسمار ہو کر اس کی اینٹ سے اینٹ بج گئی اور دم زدن میں قلعہ فتح ہو گیا بلا شبہ یہ امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بہت ہی شاندار کرامت ہے، کیونکہ آپ نے اپنے دست مبارک سے جھنڈا باندھ کر اور فتح کی بشارت دے کر اس فوج کو جہاد کے لیے روانہ فرمایا تھا۔ (ازالۃ الخفا ۲: ۴۰)

سلام سے دروازہ کھل گیا

جب حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقدس جنازہ لے کر لوگ حجرہ منورہ کے پاس پہنچے تو لوگوں نے عرض کیا کہ ﴿السلام علیك یا رسول الله هذا ابو بکر﴾ یہ عرض کرتے ہی روضہ منورہ کا بند دروازہ ایک دم خود بخود کھل گیا اور تمام حاضرین نے قبر انور سے یہ غیبی آواز سنی ﴿ادخلوا الحبیب الی الحبیب﴾ یعنی حبیب کو حبیب کے دربار میں داخل کر دو۔ (تفسیر کبیر ۵: ۴۷۸)

مدفن کے بارے میں غیبی آواز

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

کے وصال کے بعد صحابہ کرام میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے؟ بعض لوگوں نے کہا کہ ان کو شہدائے کرام کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیے اور بعض حضرات چاہتے تھے کہ آپ کی قبر شریف جنت البقیع میں بنائی جائے، لیکن میری دلی خواہش یہی تھی کہ آپ میرے اسی حجرہ میں سپرد خاک کیے جائیں جس میں حضور اکرم ﷺ کی قبر منور ہے، یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اچانک مجھ پر نیند کا غلبہ ہو گیا اور خواب میں یہ آواز میں نے سنی کہ کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا ہے ﴿ضمو الحبيب الى الحبيب﴾ یعنی حبیب کو حبیب سے ملا دو، خواب سے بیدار ہو کر میں نے لوگوں سے اس آواز کا ذکر کیا تو بہت سے لوگوں نے کہا کہ یہ آواز ہم لوگوں نے بھی سنی ہے اور مسجد نبوی کے اندر بہت سے لوگوں کے کانوں میں یہ آواز آئی ہے۔ اس کے بعد تمام صحابہ کرام کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ آپ کی قبر اطہر روضہ منورہ کے اندر بنائی جائے۔ اس طرح آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے اقدس میں مدفون ہو کر اپنے حبیب کے قرب خاص سے سرفراز ہو گئے۔ (شواہد النبوۃ: ۱۵۰)

دشمن خنزیر و بندر بن گئے

حضرت امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے ثقات سے نقل کیا ہے کہ ہم لوگ تین آدمی ایک ساتھ یمن جا رہے تھے، ہمارا ایک ساتھی جو کوفی تھا وہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں بد زبانی کر رہا تھا، ہم لوگ اس کو بار بار منع کرتے تھے، مگر وہ اپنی اس حرکت سے باز نہیں آتا تھا' جب ہم لوگ یمن کے قریب پہنچ گئے اور ہم نے اس کو نماز فجر کے لیے جگایا، تو وہ کہنے لگا کہ میں نے ابھی ابھی یہ خواب دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے سرہانے تشریف فرما ہوئے اور مجھے فرمایا کہ اے فاسق! خداوند تعالیٰ نے تجھ کو ذلیل و خوار فرما دیا اور تو اسی منزل میں مسخ ہو جائے گا، اس کے بعد فوراً ہی اس کے دو پاؤں بندر جیسے ہو گئے اور تھوڑی دیر میں اس کی صورت بالکل ہی بندر جیسی ہو گئی۔ ہم لوگوں نے نماز فجر

کے بعد اس کو پکڑ کر اونٹ کے پالان کے اوپر رسیوں سے جکڑ کر باندھ دیا اور وہاں سے روانہ ہوئے۔غروب آفتاب کے وقت جب ہم ایک جنگل میں پہنچے تو چند بندر وہاں جمع تھے۔جب اس نے بندروں کے غول کو دیکھا تو رسی تڑوا کر اونٹ کے پالان سے کود پڑا اور بندروں کے غول میں شامل ہو گیا۔ہم لوگ حیران ہو کر تھوڑی دیر وہاں ٹھہر گئے تا کہ ہم یہ دیکھ سکیں کہ بندروں کا غول اس کے ساتھ کس طرح پیش آتا ہے،ہم نے یہ دیکھا کہ یہ بندروں کے پاس بیٹھا ہوا ہم لوگوں کی طرف بڑی حسرت سے دیکھتا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔گھڑی بھر کے بعد جب سب بندر وہاں سے دوسری طرف جانے لگے تو وہ بھی ان بندروں کے ساتھ چلا گیا(کرامات صحابہ:۵۲ بحوالہ شواہد النبوۃ:۱۵۳)

شیخین کا دشمن کتا بن گیا

اسی طرح حضرت امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ سے ناقل ہیں کہ میں نے ملک شام میں ایک ایسے امام کے پیچھے نماز ادا کی جس نے نماز کے بعد حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے حق میں بددعا کی۔جب دوسرے سال میں نے اس مسجد میں نماز پڑھی،تو نماز کے بعد امام نے حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے حق میں بہترین دعا مانگی،میں نے مصلیوں سے پوچھا کہ تمہارے پرانے امام کو کیا ہوا؟لوگوں نے کہا،آپ ہمارے ساتھ چل کر اس کو دیکھ لیجئے۔میں جب ان لوگوں کے ساتھ ایک مکان میں پہنچا تو یہ دیکھ کر مجھ کو بڑی عبرت ہوئی کہ ایک کتا بیٹھا ہوا ہے اور اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔میں نے اس سے کہا کہ تو وہی امام ہے جو حضرات شیخین کے لیے بددعا کیا کرتا تھا تو اس نے سر ہلا کر جواب دیا کہ ہاں!(شواہد النبوۃ:۱۵۶)

اللہ تعالیٰ کا دیدار

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں﴿کل الناس یقف یوم القیمة الا ابابکر فان شاء قام وان شاء مغی فانه یعطی کتابه

فیقال له ان شئت فاقرء وا ن شئت فلا تقرء وله قبة فی اعلی علیین من یا قوت حمراء وله اربعة الفا باب کلما اشتاق الی الله انفتح منها باب فینظر الی الله بلا حجاب ﴾ قیامت کے دن سب لوگوں کو کھڑا رہنے کا حکم ہوگا سوائے ابوبکر کے، ان کو اختیار ہوگا خواہ کھڑے رہیں یا وہ گزر جائیں اور یہ یقینی بات ہے کہ جب ان کو نامہ اعمال دیا جائے گا تو انہیں کہا جائے گا اگر چاہیں تو اسے پڑھیں اور چاہیں تو نہ پڑھیں۔ اوران کے لئے ایک قبہ (گنبد نما محل) سرخ یاقوت کا اعلیٰ علیین میں بنایا گیا ہے جس کے چار ہزار دروازے ہیں۔ جب بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کے مشتاق ہوں گے ان میں سے ایک دروازہ کھل جائے گا تو آپ اللہ تعالیٰ کا دیدار بے پردہ کریں گے۔

☆......حضور اقدس ﷺ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک دن جبریل امین سے میں نے دریافت کیا کہ کیا میری امت کا قیامت کے روز حساب ہوگا؟ جبریل نے جواب دیا ہاں (حساب لیا جائے گا) لیکن ابوبکر سے نہیں، کیونکہ انہیں کہا جائے گا، اے ابوبکر رضی اللہ عنہ جنت میں چلے جاؤ، وہ کہیں گے میں نہیں جاؤں گا جب تک دنیا میں مجھ سے محبت رکھنے والے میرے ساتھ جنت میں نہ جائیں۔ رب العزت جل شانہ کا فرمان ہوگا، اے ابوبکر اپنے دوستوں کو بھی بہشت میں لے جاؤ کیونکہ میں نے اس دن وعدہ کرلیا تھا جس دن تجھے دنیا میں پیدا کیا اور میں نے بہشت کو کہہ دیا تھا جو بھی ابوبکر سے محبت رکھے گا وہ تیرے اندر ضرور داخل ہوگا۔ (حضرات القدس، ۱:۴۵)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لما ولد ابو بکر اطلع الله علی جنة عدن فقال وعزتی وجلالی لاادخلك الا من احب هذا المولود ﴾ یعنی جب ابوبکر صدیق پیدا ہوئے تو خدا تعالیٰ نے جنت عدن پر تجلی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم ہے، تجھ میں صرف اسی کو داخل کروں گا جو اس بچے (ابوبکر) کو

دوست رکھے گا۔ (حضرات القدس ا:۴۵، اللآلی المصنوعہ:۲۰۳)

نام صدیق اور آفتاب

ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ﴿الا اعطیاك خبرك قالت بلی قال ان اسم ابیك مکتوب علی قلب الشمس و ان الشمس یقابل الکعبة فی کل یوم فتمتنع عن العبور علیها فیز جرها الملك المئوکل بها و یقول بحق ما فیك من الاسم اعبر فتعبر﴾ اے عائشہ کیا میں تجھے ایک اچھی خبر نہ دوں؟ عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا: تیرے باپ کا نام آفتاب کے دل پر لکھا ہوا ہے، بے شک جب آفتاب روزانہ خانہ کعبہ کے مقابل ہوتا ہے، تو اس پر گزرنے سے رک جاتا ہے اس وقت مؤکل فرشتہ آفتاب کو ڈانٹ کر کہتا ہے، اے آفتاب گزر جا اس نام پاک کی برکت سے جو تجھ میں جلوہ گر ہے۔ پھر آفتاب خانہ کعبہ کو عبور کرتا ہے۔ (حضرات القدس ص ۴۶/۱)

ہنگام قیامت میں بزرگی

ایک روز حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "حبیب صدیق" قیامت کے روز پل صراط کی دائیں جانب ایک منبر رکھا جائے گا۔ تو میں اس پر بیٹھوں گا پھر دوسرا منبر رکھا جائے گا اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف رکھیں گے، اس کے بعد دونوں منبروں کے درمیان ایک کرسی رکھی جائے گی اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ بیٹھیں گے۔ پھر ایک فرشتہ آئے گا اور میرے منبر کی ایک سیڑھی پر کھڑا ہو کر یہ آواز دے گا کہ: اے مسلمانو! تم میں سے جس نے مجھے پہچانا اس نے تو پہچان لیا اور جس نے نہیں پہچانا اس کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں دوزخ کا داروغہ مالک ہوں، بیشک مجھے خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں دوزخ کی چابیاں محمد رسول ﷺ کے حوالے کر دوں اور آپ نے مجھ کو فرمایا ہے کہ یہ کنجیاں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دے دوں۔ پھر ایک اور فرشتہ آئے گا وہ میرے منبر کی دوسری سیڑھی پر کھڑا ہو کر یہ آواز دے گا، کہ اے مسلمانو! تم میں سے جس نے مجھے پہچانا اس نے تو پہچان لیا اور جس نے نہیں پہچانا اس کو

معلوم ہونا چاہئے کہ میں جنت کا داروغہ رضوان ہوں۔ بے شک خدا تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بہشت کی کنجیاں محمد رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دوں اور آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ ابوبکر کو دے دوں۔ اس کے بعد اللہ جلیل و جبار جل جلالہٗ ہم پر تجلی فرمائے گا اور ارشاد ہو گا: مبارک ہو میرے خلیل (علیہ السلام) اور میرے حبیب (ﷺ) اور صدیق رضی اللہ عنہ کو۔ (حضرات القدس، ۱، ۴۷)

ہم نام بزرگ کو خرقہ پہنایا

شیخ ابوبکر محمد شبلی کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابوبکر ہرار قدس سرہ ابتدائی عمر میں موضع بطائح میں راہزن مشہور تھے۔ جب آپ نے سچائی اور اخلاص سے توبہ کی اور سب لوگوں سے علیحدگی اختیار کر لی تو آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ اپنے آپ کو ایسے شخص کے حوالے کریں جو ان کو خدا تک پہنچا دے۔ اس زمانہ میں عراق میں کوئی مشہور شیخ موجود نہ تھا۔ آپ نے حضرت رسول کریم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا اور عرض کی ﴿یا رسول اللہ ﷺ البسنی خرقہ﴾ مجھے خرقہ پہنائیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ﴿یا ابن هرار انا نبیك و هذا شیخك﴾ اے ابن ھرار میں تیرا نبی ہوں اور یہ (ابوبکر) تیرا شیخ ہے، پھر آپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: اے ابوبکر اپنے ہمنام کو خرقہ پہناؤ، حکم کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو پیراہن اور ٹوپی پہنائی اور اپنا ہاتھ مبارک ان کی پیشانی اور سر پر پھیرا اور فرمایا ﴿بارك الله فیك﴾ اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے۔ اس کے بعد آں حضرت ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر بن ہرار، تجھ سے میری امت کے اہل طریقت کی سنتیں زندہ ہوں گی اور خدا تعالیٰ کے دوستوں سے ارباب خلائق کی منزلیں مٹ جانے کے بعد تیری ذات سے استقامت پائیں گی اور عراق کی مشیخت قیامت تک تیری وجہ سے قائم رہے گی اور تیرے ظہور کے سبب عنایت باری تعالیٰ کی ٹھنڈی ہوائیں چلیں گی، اور حق سبحانہ کی مہربانیوں سے خوشنودی کی لپٹیں تیری وجہ سے پھیلیں گی۔ اس کے بعد ابوبکر بن ہرار بیدار ہو گئے، اور وہی جامہ اور ٹوپی جو حضرت

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عطا فرمایا تھا بعینہ دونوں کو اپنے پاس موجود پایا اور شیخ کے سر مبارک پر جو چھوڑے تھے وہ سب کے سب یک لخت غائب ہو گئے اور جہان میں گویا اعلان کر دیا گیا کہ ﴿شیخ ابو بکر وصل الی اللہ﴾ یعنی شیخ ابو بکر حق تعالیٰ سے واصل ہو گئے، ہر طرف سے مخلوق شیخ کی طرف متوجہ ہوئی۔ حق تعالیٰ کی طرف سے شیخ میں قرب الٰہی کی علامت اور شیخ کے ارشادات کی تصدیق اور سچائی پے در پے ظاہر ہونے لگی۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے کئی دفعہ شیخ ابو بکر کے گرد بہت سے شیر بیٹھے ہوئے دیکھے اور بعض اوقات شیخ کے پائے مبارک پر شیروں کو لوٹتے ہوئے دیکھا شیخ ابن ہرار سب سے پہلے شیخ ہیں جنہوں نے دور رسالت کے مشائخ کے گزر جانے کے بعد عراق میں مشیخت کی بنیاد ڈالی اور میں ان کا علم تھا۔ (حضرات القدس، ۱:۵٦)

وصال کے بعد جلوہ گری

شیخ علی بن وہب سجاری قدس سرہ کہتے ہیں۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اے علی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ یہ ٹوپی تجھ کو پہناؤں۔ حضرت نے اپنی آستین مبارک سے ٹوپی نکالی اور میرے سر پر رکھ دی۔ جب میں بیدار ہوا تو بعینہ وہی ٹوپی اپنے سر پر رکھی ہوئی پائی۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تکملہ روض الریاحین کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ روضہ مبارکہ کے پاس مدینہ منورہ میں اس کتاب کے سماع کے وقت حضرت رسالت پناہ ﷺ اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما تینوں، حضرات تشریف فرما تھے، جب مجلس ختم ہوئی تو میں نے دعا کی ______ حضرت پیغمبر خدا ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف رخ انور فرما کر تبسم فرمایا۔ میں نے اس واقعہ کو بیداری میں مشاہدہ کیا۔ (حضرات القدس ص ۱/۵۷)

☆

باب نمبر 7

اولادِ کریمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کریم نے کبھی کسی احسان والے کا اجر و ثواب ضائع نہیں فرمایا، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ محسن اسلام ہیں لہٰذا اس بزم کائنات میں ان کے جسمانی اور روحانی چشمے اس شان سے جاری ہوئے کہ قیامت تک تشنہ لبوں کو سیراب کرتے رہیں گے، جہان آخرت میں بھی ان کا مقام دیدنی ہوگا، اس باب میں آپ کی نسل مبارک کے چند پھولوں کا ذکر کیا جاتا ہے جس کے خوشبو بار وجود سے گلستان میں بہار جاوداں کا منظر دکھائی دے رہا ہے، ارشاد باری ہے، ﴿و کذلک نجزی المحسنین﴾ اور ہم نیکو کاروں کو ایسا ہی خوبصورت بدلہ عطا کرتے ہیں'

حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دختر پاک ہیں' آپ کی ماں کا نام ام رومان بنت عامر ابن عویمر ہے، حضور اقدس ﷺ نے آپ کو نکاح کا پیغام دیا اور نبوت کے دسویں سال نکاح فرمایا، دو ہجری شوال کو مدینہ منورہ میں رخصتی ہوئی تو اس وقت آپ کی عمر نو سال تھی، نو سال حضور اقدس ﷺ کے ساتھ رہیں، کیونکہ وصال مصطفےٰ کے وقت آپ کی عمر مبارک

اٹھارہ سال تھی، آپ کے سوا کسی کنواری خاتون سے حضور اقدس ﷺ نے نکاح نہ فرمایا، آپ بہت بڑی عالمہ، فاضلہ، فقیہہ، فصیحہ اور عابدہ تھیں، تاریخ عرب اور اشعار عرب پر گہری نظر رکھتی تھیں، حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو بھی اشعار کا عالم نہ پایا، بہت سے صحابہ کرام اور تابعین عظام آپ کے شاگرد تھے، مشکل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کیا جاتا تھا، چونکہ آپ رب العالمین کے محبوب کی محبوبہ ہیں اس لئے قرآن کریم کی اٹھارہ آیات آپ کی عزت و عظمت، حرمت و منزلت اور طہارت و صداقت کو بیان کرنے کیلئے نازل ہوئیں،

یعنی سورہ نور جن کی گواہ

انکی پرنور صورت پہ لاکھوں سلام

آپ بہت سی احادیث نبویہ کی روایہ ہیں، خلاصۃ التہذیب میں ہے کہ آپ نے دو ہزار دو سو دس احادیث کو بیان کیا جن میں ایک سو چوہتر متفق علیہ ہیں، آپ کی برکات و حسنات سے آج تک اہل اسلام مستفیض ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے، آدھے دین کے مسائل و فوائد آپ کی نسبت سے حاصل ہوئے ہیں، آپ نے سترہ رمضان المبارک کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں وفات پائی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو نماز جنازہ پڑھانے کا شرف حاصل ہوا، آپ جنت البقیع میں مدفون ہیں، آپ کے بہت سے فضائل و خصائص کتابوں میں موجود ہیں، مثلاً:

۞......آپ رضی اللہ عنہا کے بستر مبارک پر آپ ﷺ کو وحی آئی۔

۞......آپ رضی اللہ عنہا کو حضرت جبریل علیہ السلام نے سلام کیا۔

۞......آپ رضی اللہ عنہا حضور اقدس ﷺ کو تین رات خواب میں دکھائی گئیں، آپ کو فرشتہ ریشمی کپڑے میں لا کر عرض کرتا تھا، یہ آپ کی بیوی ہیں، (بخاری و مسلم)

۞......لوگ اپنے تحفوں اور ہدیوں کے لئے جناب عائشہ رضی اللہ عنہا کا دن تلاش کرتے تھے، اس سے وہ رسول اللہ ﷺ کی رضا چاہتے تھے، (بخاری و مسلم)

۞......حضور اقدس ﷺ نے فرمایا، مجھے عائشہ کے بارے میں تکلیف نہ دو، (ایضاً)

۞......فرمایا، اے فاطمہ، کیا تو اس سے محبت نہیں کرتی جس سے میں محبت کرتا ہوں، عرض کیا، ہاں فرمایا، پھر عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت کرو، (بخاری و مسلم)

۞......فرمایا، عائشہ کا عورتوں میں وہی مقام ہے جو کھانوں میں ثرید کا،

۞......حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو فصیح و بلیغ نہ دیکھا، (ترمذی)

۞...... جب رسول اللہ ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ کا سر انور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آغوش میں تھا، یہ وہ لاثانی شرف ہے جو آپ کو نصیب ہوا،

۞......حضور اقدس ﷺ آپ کی چبائی ہوئی مسواک کو استعمال فرماتے رہے،

۞......حضور اقدس ﷺ کی آخری آرام گاہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں ہے

راز دانِ مصطفےٰ ہیں عائشہ ـــــ پیکر جود و سخا ہیں عائشہ

اللہ اللہ عظمت بنت عتیق ـــــ وارث علم ہدا ہیں عائشہ

حضرت صدیق کا عکس جمیل ـــــ بالیقیں سرتا پا ہیں عائشہ

جس کی حرمت کا امیں قرآن بھی ـــــ وہ کمال اجتبا ہیں عائشہ

نسبت محبوب سے محبوب حق ـــــ ام عرفان و رضا ہیں عائشہ

گو بڑا محتاج ہوں، لاچار ہوں

آپ کے در کا غلام زار ہوں

حضرت اسما صدیقہ

آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی ہیں اور حضور اکرم ﷺ کی ہمشیر نسبتی ہیں، حضور اقدس ﷺ نے

آپ کو ذات النطاقین یعنی دو کمر بند والی کا مبارک لقب عطا فرمایا کیونکہ ہجرت کی رات آپ نے اپنے کمر بند کے دو ٹکرے کر کے ایک ٹکڑے سے حضور اقدس ﷺ کے سفر کا توشہ باندھا تھا اور دوسرا ٹکڑا اپنے استعمال میں رکھا، آپ کی حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی ہوئی، اللہ تعالیٰ نے اس بابرکت جوڑے کو حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جیسا فرزند عطا فرمایا، سترہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے تو آپ بھی ایمان لے آئیں، اس طرح آپ کا شمار السابقون الاولون میں ہوتا ہے، آپ بہت ہی عظیم خاتون تھیں، جنھوں نے قدم قدم پر اپنے والد گرامی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی خدمت سرانجام دی، ہجرت کی خوفناک راتوں میں غار ثور پر کھانا پہنچانا آپ کا ایمان افروز کارنامہ ہے، اپنی ہمشیرہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دس سال بڑی تھیں، آپ نے سو سال عمر پائی، جب حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو تختہ دار پر چڑھایا گیا تو انتہائی بڑھاپے کے عالم میں بھی اپنے لخت جگر کی لاش کو دیکھ کر صبر و استقامت کا مظاہرہ فرمایا، حجاج بن یوسف جیسے حاکم کے سامنے نہایت جرأت و شجاعت کے ساتھ کھڑی رہیں اور اس کے ظالمانہ کردار پر تنقید کی،

حضرت عبد الرحمٰن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے، جو حضرت ام رومان کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھائی تھے، غزوۂ بدر میں لشکر کفار کی طرف سے لڑ رہے تھے، بعد میں کہنے لگے کہ ابا جان، آپ کتنی بار میری تلوار کے نیچے آئے مگر میں نے آپ کو باپ سمجھ کر چھوڑ دیا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر تم ایک بار بھی میری تلوار کے نیچے آجاتے تو میں ہرگز نہ چھوڑتا کیونکہ تم رسول اللہ ﷺ کے خلاف لڑ رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کے بیٹے کو بھی صحابیت کا شرف عطا فرمایا۔ حدیبیہ کے سال مسلمان ہوئے اور باقی زندگی

اسلام کی خدمت میں بسر کی، ۵۳ھ کو انتقال فرمایا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی قبر پر تشریف لائیں اور نہایت دردناک اشعار پڑھے۔

حضرت عبداللہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے یہ صاحبزادے قتیلہ بنت عبدالعزیٰ کے بطن سے پیدا ہوئے، یہ حضرت اسماء کے حقیقی بھائی تھے، ہجرت کے وقت غار ثور میں کفار مکہ کی اطلاعات پہنچاتے رہے، غزوۂ طائف میں حضور اقدس ﷺ کے ہمراہ تھے کہ پاؤں میں ابو محجن ثقفی کے تیر کا زخم لگا جس سے ۱۱ھ کو وفات پائی، آپ پرانے مومنین میں سے ہیں۔ (اکمال ص ۴۶)

حضرت محمد حضرت اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا پہلے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ان کی شہادت کے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نکاح فرمایا تو حضرت محمد بن ابی بکر حجۃ الوداع میں ذوالحلیفہ کے مقام پر پیدا ہوئے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال پر آپ کی عمر بہت چھوٹی تھی، آپ کی والدہ حضرت اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح فرمالیا تو یہ بھی ان کے سایہ لطف و کرم میں آگئے، اس طرح ان کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ظاہری و باطنی فیوضات حاصل کرنے کا بہت موقع میسر آیا۔ خلافت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دوران آپ بہت جری اور بہادر تھے، اس لیے ان کا بھرپور ساتھ دیا، حتیٰ کہ شیعان معاویہ کے ہاتھوں ۳۸ سال کی عمر میں شہید ہوگئے، آپ کے لخت جگر حضرت قاسم بن محمد بہت بڑے عالم و فاضل اور زاہد و عارف ہوئے ہیں جنکی روحانیت سے سلسلہ صدیقیہ نقشبندیہ کا فیضان جاری ہوا۔

حضرت ام کلثوم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ صاحبزادی حضرت حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ عنہا کے بطن مکرم سے پیدا ہوئیں، پیدائش کے وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ہو چکا تھا، آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس

صاحبزادی کی خبر دی تھی کہ میرے بعد وہ پیدا ہوگی اور اسے بھی وراثت سے حصہ عطا کرنا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے جلیل القدر صحابہ اور صحابیات کی زیارت کی ہے، اس لیے ان کا شمار تابعین عظام میں ہوتا ہے۔

اب تاریخ اسلام کی چند نامور شخصیات کے اسما گرامی رقم کیے جاتے ہیں جنہیں حضرت سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کی نسل پاک میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے،

۱...... حضرت شیخ ابو النجیب عبد القاہر سہروردی متوفی ۵۶۳ھ مدفون بغداد شریف،

۲...... حضرت محمد مبارک شاہ المعروف فخر مدبر متوفی ۱۲۳۶ء

۳...... حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی متوفی ۶۳۲ھ مدفون بغداد شریف

۴...... حضرت مولانا جلال الدین رومی متوفی ۶۷۲ھ مدفون قونیہ

۵...... حضرت شیخ فخر الدین عراقی متوفی ۶۸۸ھ مدفون دمشق

۶...... حضرت شیخ عبد اللہ شطاری ماندوی متوفی ۱۰۱۰ھ مدفون قلعہ مانڈو

۷...... حضرت شیخ احمد بن شیخ حامد صدیقی متوفی ۱۰۵۹ھ

۸...... حضرت احمد بن ابوسعید المعروف ملا جیون متوفی ۱۱۳۰ھ مدفون امیٹھ

۹...... حضرت شیخ کلیم اللہ شاہ جہان آبادی متوفی ۱۱۴۴ھ مدفون دہلی

۱۰...... حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی متوفی ۱۱۴۲ھ

۱۱...... حضرت شیخ فخر الدین محب النبی دہلوی متوفی ۱۱۹۹ھ مدفون دہلوی

۱۲...... حضرت مولانا رحمان علی صدیقی متوفی ۱۳۲۵ھ مدفون احمد آباد

۱۳...... حضرت مولانا غلام قطب الدین چشتی متوفی ۱۲۳۳ھ مدفون دہلی

۱۴...... حضرت مولانا شاہ عبد العلیم میرٹھی متوفی ۱۳۷۳ھ مدفون جنت البقیع مدینہ منورہ

۱۵...... حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی مدفون کراچی

۱۶..... حضرت مولانا احمد حسین امروہوی متوفی ۱۳۶۱ھ مدفون دہلی

......رحمة الله عليهم......

صدیق اکبر کی دعا

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿حتی اذا بلغ اشدہ ---- من المسلمین﴾ یہاں تک کہ جب وہ اپنے زور کو پہنچا اور چالیس برس کا ہوا، عرض کی اے میرے رب میرے دل میں ڈال کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی اور میں وہ کام کروں جو تجھے پسند آئے اور میرے لیے میری اولاد میں صلاح رکھ، میں تیری طرف رجوع لایا اور میں مسلمان ہوں، (سورۃ الاحقاف ۱۵) حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی، آپ کی عمر سید عالم ﷺ سے دو سال کم تھی، ------ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی عمر اڑتیس سال کی تھی جب آپ ایمان لائے، عمر چالیس کی ہوئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی، آپ کی یہ دعا مستجاب ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن عمل کی وہ دولت عطا فرمائی کہ تمام امت کے اعمال آپ کے ایک عمل کے برابر نہیں ہو سکتے، یہ دعا بھی مستجاب ہوئی کہ آپ کی اولاد میں صلاح رکھی، آپ کی تمام اولاد مومن ہے، آپ کے والدین، صاحبزادے، صاحبزادیاں اور پوتے سب مومن اور سب شرف صحابیت (اور تابعیت) سے مشرف صحابہ (اور تابعی) ہیں' آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جس کو یہ فضیلت حاصل ہو" (ملخصاً خزائن العرفان ص ۶۵۳)

اے اللہ اپنے صدیق کی اس دعا اور اسکی قبولیت کا صدقہ ہماری دعائیں بھی قبول فرمالے، ہمارے والدین کی مغفرت فرمادے، ہماری اولاد میں صلاح رکھ دے، ہم بھی تیری بارگاہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیرے پیارے حبیب احمد مصطفےٰ ﷺ کے طفیل مسلمان ہیں' ہمیں حسن آخرت سے سرفراز فرمادے' اور اس کتاب کو راقم الحروف کے لیے، ناشر اور تمام قارئین کرام کے لیے وسیلہ نجات بنادے،

باب نمبر 8

نظامِ الخلافہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ملکی نظم ونسق

ملکی نظم ونسق کو صحیح طریقے سے چلانے کے لیے ضروری ہے کہ مختلف عہدوں پر مناسب اور موزوں آدمیوں کا تقرر کیا جائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوری مملکت کو متعدد صوبوں اور ضلعوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ خاص خاص صوبے اور ضلعے یہ تھے۔

مدینہ منورہ، مکہ معظمہ، طائف، صنعاء، حضر موت، خولان، زبیدہ، جند، بحرین، نجران، دومۃ الجندل، عراق عرب، جرش، حمص، اردن، دمشق، فلسطین۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صیغہ مال کو صیغہ فوج سے الگ کر دیا تھا اور ہر ایک کے لیے الگ الگ امیر مقرر فرمائے تھے جو امیر الخراج اور امیر الثغور کے لقب سے ممتاز تھے اور ان میں سے ہر ایک کے لیے ایک ایک صوبہ یا ضلع مخصوص کر دیا تھا۔

صوبے یا ضلعے کے حاکم کو عامل کہا جاتا تھا۔ شروع شروع میں وہ ہر قسم کے فرائض انجام دیتا تھا البتہ جب فتوحات میں وسعت ہوئی اور کام بہت پھیل گیا تو فرائض اور ذمہ داریوں کو مختلف عہدیداروں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عمّال

کے تقرر میں حسب ذیل اصول پیش نظر رکھے:

ا......جو اصحاب عہد رسالت میں عامل مقرر ہوئے تھے۔ انہیں اپنے عہدوں پر بحال رکھا،

۲......ان کے علاوہ جو عُمّال یا امراء مقرر کیے اس میں کسی قسم کی رو رعایت سے کام نہیں لیا اور جس کسی کو ذمہ داری کے عہدے پر مقرر فرمایا اس کو اقرباء پروری سے اجتناب، خوف خدا اور سلامت روی کی تلقین فرمائی۔ چنانچہ حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو شام بھیجا تو ان کو ہدایت کی کہ اپنے قرابت داروں کے ساتھ ترجیحی سلوک ہرگز نہ کرنا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کا والی ہو اور ان پر کسی کو بلا استحقاق رعایت کے طور پر افسر بنا دے تو اس پر خدا کی لعنت ہوگی۔ خدا اس کا کوئی عذر اور فدیہ قبول نہ فرمائے گا یہاں تک کہ اس کو جہنم میں داخل کرے گا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو قبیلہ قضاعہ پر محصل صدقہ بنا کر بھیجا تو ان الفاظ میں نصیحت فرمائی:

> ”خلوت اور جلوت میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے ایسی سبیل اور رزق کا ایسا ذریعہ پیدا کر دیتا ہے جو کسی کے تصور میں بھی نہیں آسکتا۔ جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کا اجر کثیر کر دیتا ہے۔ بے شک مخلوق خدا کی خیر خواہی بہترین تقویٰ ہے۔ تم اللہ کی ایک ایسی راہ میں ہو جس میں افراط و تفریط اور ایسی چیزوں سے غفلت کی گنجائش نہیں جن میں دین کا استحکام اور امر (خلافت) کی حفاظت مضمر ہے۔ اس لیے سستی اور تغافل سے اجتناب کرنا۔“ (طبری ۴: ۲۰۸۳)

۳......کسی بدری صحابی کو عامل نہیں بناتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں چاہتا ہوں، اصحاب بدر اپنے بہترین اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے

اور صلحا کے ذریعہ سے امتوں کی مصیبت اور عذاب کو اس سے زیادہ دفع کرتا ہے جتنی ان (امور حکومت) میں مدد حاصل ہو سکتی ہے۔

۴۔ عمال و حکام کی معمولی یا اجتہادی غلطیوں سے چشم پوشی کرتے تھے لیکن کسی سنگین غلطی کو معاف نہیں کرتے تھے اور سخت باز پرس کرتے تھے۔

۵۔ جو لوگ فتنہ ارتداد میں ملوث ہو گئے تھے اور بعد میں تائب ہو گئے تھے ان کو کوئی ذمہ داری کا کام سونپنا پسند نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ ان کو فوج میں شامل ہونے کی اجازت بھی نہیں دیتے تھے، البتہ بعد میں انہوں نے اس اصول میں لچک پیدا کر لی اور امرائے فوج کو اجازت دے دی کہ توبہ کرنے والے جس شخص کے خلوص اور ایمان کی پختگی کا ان کو یقین آ جائے اس کو فوج میں شامل کر لیں۔

۶۔ عمال (گورنروں) کو عمومی طور پر جو فرائض سونپے ان کی تفصیل یہ ہے:

اپنے علاقہ میں امن وامان قائم رکھنا، لوگوں کی اخلاقی حالت سدھارنا، لوگوں کو نماز پڑھانا اور جمعہ کا خطبہ دینا، محصولات کو جمع کرنا، حدود کو نافذ کرنا، حج پر جانے والے قافلوں کی حفاظت کرنا، کسانوں کی فلاح و بہبود کا خیال رکھنا اور زراعت کو ترقی دینا۔ فوج کی نگرانی کرنا، اس میں مال غنیمت تقسیم کرنا اور مال غنیمت کا خمس مرکز کو بھیجنا۔ (خلیفۃ الرسول ص ۴۸)

عمائد حکومت اور افسران فوج

تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں عہد صدیقی کے عمائد حکومت اور افسران فوج کے جو نام ملتے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

مرکز خلافت (مدینہ منورہ)

۱۔ مشیر خصوصی ــــــــــــ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۲۔ قاضی حکومت (قاضی القضاۃ یا چیف جسٹس) ــــــــ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۳۔ مہتمم خزانہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ امین الامت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

۴۔ کتاب ۔۔۔۔۔۔۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ

کبھی کبھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی خط و کتابت کا کام کر لیتے تھے۔

۵۔ ارباب افتاء ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ،

حضرت معاذ بن جبل انصاری رضی اللہ عنہ حضرت ابی بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ

حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ ۔۔۔۔ یہ حضرات فتویٰ بھی دیتے تھے اور قضا کا کام بھی کرتے تھے۔

﴿ علاقوں کے عمال اور محصلین ﴾

۱۔ مکہ معظمہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ

۲۔ طائف ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ

۳۔ صنعا (یمن) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرموت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت زیاد بن لبید انصاری رضی اللہ عنہ

۵۔ خولان (یمن) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت یعلیٰ بن منیہ رضی اللہ عنہ

۶۔ زبید و رمع (یمن) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

۷۔ جند (یمن) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت معاذ بن جبل انصاری رضی اللہ عنہ

۸۔ بحرین ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ

۹۔ نجران ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ

۱۰۔ عمان ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت حذیفہ بن محصن رضی اللہ عنہ

۱۱۔ جرش ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت عبداللہ بن ثور رضی اللہ عنہ

۱۲۔ دومۃ الجندل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ

۱۳۔ عراق عرب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ

۱۴۔ نجد (قبائل ہوازن) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

...... ﴿سپہ سالاران عساکر﴾ ......

۱۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مرتدین کے خلاف بھیجے جانے والی ایک فوج اور عراق عرب کو بھیجے جانے والے لشکر کے سالار اعلیٰ

۲۔ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ ۔۔۔۔۔ نجران جانے والے لشکر کے سالار اعلیٰ

۳۔ حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ ۔۔۔۔۔۔۔ دومۃ الجندل کی فوجی مہم کے سالار اعلیٰ

۴۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ شیبانی رضی اللہ عنہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بالائی عرب (عراق عرب) کی چھاپہ مار فوج کے سالار اعلیٰ

۵۔ حضرت سوید بن قطبہ عجلی رضی اللہ عنہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ زیرین عرب عراق کی چھاپہ مار فوج کے سالار اعلیٰ

۶۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ۔۔۔۔ شام پر حملہ کرنے والی فوج کے سالار اعلیٰ

...... ﴿سالاران عساکر﴾ ......

۱۔ حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ۔۔۔ محاذ شام پر جانے والے ایک لشکر کے سالار۔

۲۔ حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ ۔۔۔ محاذ شام پر جانے والے ایک لشکر کے سالار۔

۳۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ۔۔۔ محاذ شام پر جانے والے ایک لشکر کے سالار۔

۴۔ حضرت ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ ۔۔۔۔۔۔۔ نجدی باغیوں کے خلاف بھیجے گئے لشکر میں انصاری دستے کے سالار۔

۵۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ۔۔۔۔۔۔۔ محاذ شام کی عقبی فوج کے سالار

۶۔ حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ محاذ شام کی عقبی فوج کے سالار

۷۔ حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محاذ شام کی عقبی فوج کے سالار

۸۔ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محاذ شام کی عقبی فوج کے سالار

۹۔ حضرت ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ۔۔۔۔۔۔۔۔محاذ شام پر جانے والی کمکی فوج کے سالار

۱۰۔ حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ۔۔۔۔۔۔۔محاذ شام پر جانے والی کمکی فوج کے سالار

۱۱۔ حضرت قیس بن مکشوح مرادی رضی اللہ عنہ۔۔۔۔محاذ شام پر جانے والی کمکی فوج کے سالار

۱۲۔ حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ۔۔۔۔محاذ شام پر جانے والی کمکی فوج کے سالار

۱۳۔ حضرت معن بن یزید سلیمی رضی اللہ عنہ۔۔۔۔محاذ شام پر جانے والی کمکی فوج کے سالار

۱۴۔ حضرت حمزہ بن مالک ہمدانی رضی اللہ عنہ۔۔۔۔محاذ شام پر جانے والی کمکی فوج کے سالار

۱۵۔ حضرت حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ۔۔۔۔۔۔محاذ شام پر جانے والی کمکی فوج کے سالار

۱۶۔ حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ۔۔۔۔۔۔محاذ شام پر جانے والی کمکی فوج کے سالار

۔۔۔۔۔۔﴿بعض دوسرے مشہور افسران فوج﴾۔۔۔۔۔۔

۱۔ حضرت معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ

۲۔ حضرت ذوالکلاع حمیری رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ

۶۔ حضرت ضحاک بن سفیان کلابی رضی اللہ عنہ

۷۔ حضرت علقمہ بن مجزر رضی اللہ عنہ

۸۔ حضرت زیاد بن حنظلہ تمیمی رضی اللہ عنہ

۹۔ حضرت عمادہ بن مخشی رضی اللہ عنہ

۱۰۔ حضرت سمط بن اسود رضی اللہ عنہ

۱۱۔ حضرت ابوالاعور بن سفیان سلیمی رضی اللہ عنہ

۱۲۔ حضرت امراء القیس بن عابس کندی رضی اللہ عنہ

۱۳۔ حضرت عمرو بن عبسہ سلیمی رضی اللہ عنہ

۱۴۔ حضرت مذعور بن عدی عجلی رضی اللہ عنہ

۱۵۔ حضرت یزید بن تحسنس رضی اللہ عنہ

۱۶۔ حضرت قیس بن عمرو رضی اللہ عنہ

۱۷۔ حضرت ابن ذی الخمار رضی اللہ عنہ

۱۸۔ حضرت ضرار بن الازور اسدی رضی اللہ عنہ

۱۹۔ حضرت قباث بن اشیم رضی اللہ عنہ۔۔۔۔(مقدمۃ الجیش کے کمانڈر)

۲۰۔ حضرت جاریہ بن عبداللہ اشجعی رضی اللہ عنہ

۲۱۔ حضرت عتبہ بن ربیعہ سلیمی رضی اللہ عنہ

۲۲۔ حضرت حوشب ذو ظلیم یمنی رضی اللہ عنہ

۲۳۔ حضرت لقیط بن عبدالقیس رضی اللہ عنہ

۲۴۔ حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ۔۔(فوج میں آیات جہاد پڑھنے والوں کے مہتمم)

۲۵۔ حضرت ابوالدرداانصاری رضی اللہ عنہ۔۔۔قاضی عسکر

۲۶۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ہذیلی رضی اللہ عنہ۔ مال غنیمت کے انچارج

(خلیفۃ الرسول ص:۳۸۲تا۳۸۵)

تعزیرات وحدود

مختلف جرائم کی سزا اور نفاذ حدود میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہم کردار ادا کیا، انہوں نے پولیس واحتساب کا کوئی مستقل محکمہ قائم نہیں کیا البتہ لوگوں کے جان و مال کی حفاظت اور برائیوں کے انسداد کا ہمیشہ خاص خیال رکھا۔ اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نگران عام مقرر فرمایا اور بعض جرام کی سزائیں متعین کر دیں۔

عہد رسالت میں شارب خمر (شراب نوش) کے لیے کوئی خاص سزا متعین نہیں تھی بلکہ حسب موقع حضور ﷺ شرابی کو (ہاتھوں اور جوتوں سے) پٹوا دیتے تھے تاکہ وہ نادم ہو کر آئندہ کے لیے توبہ کر لے اور کبھی چالیس کوڑے لگا دیتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں شرابی کے لیے چالیس کوڑوں کی سزا لازمی کر دی۔ (مسند ابوداؤد کتاب الحدود)

سرقہ کی سزائیں قرآن حکیم میں منصوص ہیں اس لیے اس کی نسبت اختلاف نہیں ہو سکتا البتہ سرقہ کی بعض خاص صورتیں بھی پیش آ سکتی ہیں جن کی قرآن حکیم میں تخصیص نہیں کی گئی۔ ایسی صورتوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سنت نبوی کی روشنی میں فیصلہ کرتے تھے اور اگر ایسی مثال نہ ملتی تو اجتہاد سے کام لیتے تھے۔ اگر چور نابالغ ہوتا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس پر حد جاری نہیں کرتے تھے۔

سنگین قسم کے قومی جرائم پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہایت سخت سزا دیتے تھے۔ ایاس بن عبد یالیل سلمی نے ارتداد سے توبہ کرنے کے بعد بدعہدی کی اور رہزنی اختیار کر لی اس نے بے گناہ مسلمانوں کو بے دریغ لوٹا اور قتل کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو انہوں نے حضرت طریفہ بن حاجز رضی اللہ عنہ کو حکم بھیجا کہ ایاس کو گرفتار کر کے آگ میں زندہ جلا دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اسی کے مطابق عمل کیا۔

ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ نواح

مدینہ کا ایک شخص علت لبنہ میں مبتلا ہے۔ اہل عرب کے لیے یہ ایک انوکھا فعل قبیح تھا جس کی قرآن وحدیث میں کوئی سزا متعین نہیں کی گئی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جلانے کی رائے دی اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر اتفاق کیا۔ (خلیفۃ الرسول ص ۲۸۶ بحوالہ خلفائے راشدین الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۱۱۶)

اشاعت اسلام

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اشاعت اسلام میں شروع ہی سے غیر معمولی انہماک تھا۔ بعثت نبوی کے ابتدائی زمانے میں ان کی تبلیغی مساعی کی بدولت قریش کے بہت سے سربرآوردہ لوگ دولت ایمان سے بہرہ یاب ہوئے۔ ابن اثیر رحمہ اللہ نے ''اسد الغابہ'' میں لکھا ہے:

> ''قریش کے لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آتے رہتے تھے اور متعدد وجوہ مثلاً علم، تجربہ اور حسن مجالست کی بناء پر ان سے محبت کرتے تھے۔ چنانچہ ان آنے والوں اور ساتھ بیٹھنے والوں میں جن لوگوں پر ان کو اعتماد تھا، ان کو انہوں نے اسلام کی دعوت دی اور جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے ان کے ہاتھ پر حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔''

بعض دوسرے ارباب سیر نے ان بزرگوں کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد کے نام بھی لیے ہیں گویا یہ سب اصحاب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مساعی جمیلہ کی بدولت حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

اپنے عہد خلافت میں بھی انہوں نے اشاعت اسلام پر بھرپور توجہ دی۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ آئے تو ان کو ہدایت کی کہ اپنے قبیلے (بنوشیبان) کے کافروں کو

اسلام کی دعوت دیں اور اپنے پڑوسی قبائل کے بت پرستوں اور عیسائیوں میں بھی اسلام کی تبلیغ کریں۔ چنانچہ حضرت مثنیٰ کی تبلیغ وترغیب کے نتیجے میں ہزاروں لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔ ایرانیوں اور رومیوں کے مقابلے میں جو فوجیں روانہ کیں انہیں ہدایت کی کہ سب سے پہلے فریق مخالف کو اسلام کی دعوت دیں اس کے علاوہ جو عرب قبائل عراق اور شام کی سرحدوں کے اردگرد آباد ہیں ان میں اسلام کی اشاعت کے لیے پوری کوشش کریں۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تبلیغی مساعی کی بدولت عراق عرب اور حدود شام کے بہت سے عرب قبائل مسلمان ہو گئے۔ (خلیفۃ الرسول ص ۴۸۷،۴۸۸)

رسوم جاہلیت کا انسداد

رسول اکرم ﷺ نے زمانہ جاہلیت کے جن عقائد و اعمال کو مٹا دیا تھا اگر کبھی وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے رونما ہوتے تو وہ نہایت سختی سے ان کی ممانعت کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بھی یہی معمول تھا۔ ایک دفعہ حج کے موقع پر انہیں بتایا گیا کہ قبیلہ احمس کی فلاں عورت کسی سے گفتگو نہیں کرتی انہوں نے اس کی وجہ پوچھی تو لوگوں نے کہا کہ اس نے خاموش حج کا ارادہ کیا ہے۔ یہ سن کر اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا ''یہ جاہلیت کا طریقہ ہے، اسلام میں جائز نہیں تم اس سے باز آؤ اور بات چیت کرو۔'' (خلیفۃ الرسول ۴۸۸ بحوالہ صحیح بخاری باب ایام الجاہلیۃ)

ذمی رعایا کے حقوق

کسی اسلامی ملک میں رہنے والے غیر مسلم اگر اسلامی حکومت کی اطاعت قبول کرلیں اور جزیہ دینے کی حامی بھر لیں تو وہ ذمی کہلاتے ہیں۔ اسلامی حکومت ان کی جان، مال، زمین اور عبادت گاہوں کی حفاظت کی ذمہ دار ہوتی ہے اور ساتھ ہی ان کی مذہبی آزادی کی ضامن ہوتی ہے۔ فی الحقیقت اسلام کا صاف حکم یہ ہے کہ ان لوگوں کے بنیادی حقوق وہی ہوں گے جو مسلمانوں کے ہوں گے۔ یعنی جان و مال عزت و آبرو اور نجی زندگی کا تحفظ، عقیدہ کی آزادی، مذہبی

دلآزاری سے تحفظ اور حاجت مندوں، مسکینوں اور معذوروں کے لیے وسائل ریاست سے متمتع ہونے کا حق وغیرہ۔ غیر مسلم قوموں کے ساتھ سیاسی اور تمدنی تعلقات کی ابتداء عہد رسالت ہی میں ہوگئی تھی۔ خیبر فتح ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے یہود خیبر سے ایک معاہدہ صلح کیا جس کے آخری الفاظ یہ تھے:

''اس معاہدہ کی رو سے ان کے مال، جان، زمین، مذہب، حاضر، غائب، قبیلہ اور گرجوں کی حفاظت کی جائے گی نیز ہر اس تھوڑی بہت چیز کی حفاظت کی جائے گی جو ان کے قبضہ میں ہے۔ کسی پادری، کسی راہب اور کسی کاہن کو اس کے عہدے سے الگ نہیں کیا جائے گا''۔

(کتاب الخراج لقاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اس معاہدے کو نہ صرف بجنسہ برقرار رکھا بلکہ اپنے دستخط و مہر سے اس کی توثیق و تجدید فرمائی۔ اسی طرح خود ان کے عہد میں جو علاقے فتح ہوئے وہاں کی ذمی رعایا کو تقریباً وہی حقوق دیئے جو ہر مسلمان کو حاصل تھے۔

عہد صدیقی میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حیرہ فتح کیا تو وہاں کے عیسائیوں سے ایک معاہدہ کیا جس کی قابل لحاظ شرطیں یہ تھیں:

''ان کی خانقاہیں اور گرجے نہ گرائے جائیں گے اور نہ کوئی ایسا قصر گرایا جائے گا جس میں وہ ضرورت کے وقت دشمنوں کے مقابلے میں قلعہ بند ہوتے ہیں اور وہ رات دن میں بجز اوقات نماز کے ہر وقت ناقوس بجا سکیں گے اور اپنے تہوار کے دن صلیب نکال سکیں گے۔ جو بوڑھا شخص بیکار ہو جائے گا یا اس کا جسم ماؤف ہو جائے گا یا کوئی متمول شخص اس قدر محتاج ہو جائے گا کہ اس کے ہم مذہب لوگ اس کو صدقہ دینے لگیں گے تو

اس کا جزیہ معاف کر دیا جائے گا اور اس کی اور اس کے عیال کی کفالت
بیت المال سے کی جائے گی"۔ (خلیفۃ الرسول ص ۲۹۰ بحوالہ کتاب الخراج)

رسول اکرم ﷺ کے وعدوں کی تکمیل

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ کہتے تھے اس لیے وہ ہر ایسے کام کی تکمیل اپنا فرض سمجھتے تھے جو حضور انور ﷺ کی رحلت کی وجہ سے ادھورا رہ گیا تھا۔ حضور ﷺ نے جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانہ ہونے کا حکم دیا لیکن وہ آپ ﷺ کی وفات کی وجہ سے روانہ نہیں ہو سکا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سریر آرائے خلافت ہو کر سب سے پہلے یہ کام کیا کہ جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ سے اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا۔

حضور ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں بعض اصحاب سے (کچھ مال دینے کے) وعدے کیے تھے لیکن ابھی ان وعدوں کی تکمیل کی نوبت نہ آئی تھی کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔ عہد صدیقی میں بحرین سے مال غنیمت آیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اعلان عام کر دیا کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے کسی سے کوئی (مال دینے کا) وعدہ کیا ہو یا حضور ﷺ کے ذمہ کسی کا کچھ نکلتا ہو تو وہ میرے پاس آئے ۔۔۔۔۔۔ اس اعلان پر حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی:

"رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ جب فلاں جگہ سے مال آیا تو میں تمہیں تین دفعہ دونوں ہاتھوں سے بھر بھر کر دوں گا۔"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اسی طرح تین دفعہ دونوں ہاتھوں سے عطا فرمایا۔

حضرت ابو بشیر زمانی رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر بیان کیا کہ حضور انور ﷺ نے مجھے اتنا مال دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ خلیفۃ الرسول رضی اللہ عنہ نے انہیں چودہ سو درہم عطا فرمائے۔

ایک اور صاحب نے (جن کا نام ایک روایت میں ابن ابی نجیح آیا ہے) حاضر ہو کر کہا:

"مجھ سے رسول ﷺ نے وعدہ فرمایا تھا کہ بحرین سے مال آیا تو (دونوں ہاتھوں سے اشارہ کر کے) اتنا اور اتنا دوں گا۔"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اچھا تو دونوں ہاتھوں سے اٹھا لو"۔ انہوں نے دونوں ہاتھوں سے اٹھائے تو پانچ سو درہم نکلے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں پانچ سو درہم مزید عطا فرمائے۔ (خلیفۃ الرسول ص ۴۹۱)

مالی نظام

عہد رسالت میں صیغۂ مال کا کوئی باقاعدہ محکمہ نہ تھا تاہم رسول اکرم ﷺ نے آمدنی اور خرچ کا ایک سادہ سا نظام وضع فرمادیا تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسی نظام کو برقرار رکھا۔ عہد صدیقی میں آمدنی کے بڑے بڑے ذرائع اور مصارف کی تفصیل یہ ہے:

زکوٰۃ

صرف صاحب نصاب مسلمانوں پر فرض تھی اور وہ نقد روپیہ، پھل اور پیداوار اسباب تجارت اور مویشی (بجز گھوڑا) کی صورت میں وصول کی جاتی تھی۔ دو درہم چاندی، بیس مثقال سونے، پانچ اونٹ اور ۵ وسق پیداوار کم پر زکوٰۃ نہ تھی۔ سونے اور چاندی کا چالیسواں حصہ وصول کیا جاتا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے مویشیوں کی شرح زکوٰۃ مختلف جنس کی مختلف تعداد پر الگ الگ مقرر فرمادی تھی۔ علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے "سیرۃ النبی ﷺ" میں لکھا ہے کہ:

> "محصلین زکوٰۃ کو ایک فرمان عطا ہوتا تھا جس میں بتصریح بتایا جاتا کہ کس قسم کے مال کی کتنی تعداد میں زکوٰۃ کی کیا مقدار ہے۔ چھانٹ کر مال لینے یا حق سے زیادہ لینے کی اجازت نہ تھی"۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسی کے مطابق عمل کیا اور ایک فرمان تمام عمال زکوٰۃ و صدقات کے پاس روانہ کیا جس میں جانوروں کی زکوٰۃ کے متعلق مفصل ہدایات و احکام تھے (خلیفۃ الرسول ص ۴۹۳)

عشر مسلمانوں کی مملوکہ زمینوں کی پیداوار پر عشر مقرر تھا۔ جن زمینوں کے جوتنے اور بونے میں کاشتکاروں کو کم محنت کرنی پڑتی تھی اور جن کی سیرابی ندی نالوں کے پانی سے ہوتی تھی یا جن سے موسمی خصوصیات کے باعث کاشتکاروں کو زیادہ مشقت کیے بغیر پیداوار حاصل ہوتی تھی۔ ان زمینوں کی پیداوار کا ۱۰/۱ حصہ عشر مقرر تھا۔ دوسری قسم کی اراضی (جس کی سیرابی کے لیے پانی کا خاص انتظام کرنا پڑتا تھا) اس کی پیداوار کا ۲۰/۱ حصہ (یعنی نصف عشر) مقرر تھا۔ عشر روپیہ یا جنس کسی بھی صورت میں دیا جا سکتا تھا۔ سبزی پر کوئی عشر نہ تھا۔ (خلیفۃ الرسول ص ۴۹۳)

خراج غیر مسلم کاشتکاروں سے حق مالکانہ کے معاوضہ میں زمین کی پیداوار کا جو حصہ باہمی مصالحت سے معین ہو جاتا تھا اس کو خراج کہا جاتا تھا۔ عہد رسالت میں خیبر اور فدک کی زمینوں کو اس شرط پر مالکوں کے پاس رہنے دیا گیا کہ وہ پیداوار کا نصف حصہ حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا کریں گے۔ بٹائی کے اس طریقے کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی قائم رکھا البتہ جب عراق اور شام کے بعض علاقے فتح ہوئے تو خلیفۃ الرسول نے ان پر سرسری طور پر کچھ رقم بطور خراج مقرر کر دی۔ (ایضاً:۴۹۴)

جزیہ غیر مسلم رعایا سے ان کی حفاظت اور ذمہ داری کے معاوضہ میں لیا جاتا تھا۔ اس کی شرح متعین نہیں تھی بلکہ سہولت کے ساتھ جو شخص جتنا دے سکتا تھا اس سے اتنا ہی لیا جاتا تھا۔ عہد صدیقی میں حیرہ فتح ہوا تو وہاں کے لوگوں سے دس درہم فی کس جزیہ وصول کیا گیا۔ جو لوگ اپاہج اور بیکار ہو جاتے تھے ان کا جزیہ معاف کر دیا جاتا تھا اور ان کو حکومت کی طرف سے وظیفہ ملتا تھا۔ (ایضاً ص ۴۹۴)

فے اور غنیمت فے اس مال کو کہتے تھے جو فریق محارب سے جنگ و جدال کے بغیر حاصل ہوتا تھا اور جنگ میں فتح کی صورت میں جو مال و اسباب حاصل ہوتا تھا وہ غنیمت کہلاتا تھا۔ اس کے پانچ حصے کیے جاتے تھے۔ چار حصے

جنگ میں شریک مجاہدین میں تقسیم کر دیئے جاتے تھے اور پانچواں حصہ (خمس) بارگاہ خلافت میں بھیجا جاتا تھا۔

معادن پر ٹیکس ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ عہد صدیقی میں بنو سلیم کے علاقے میں واقع ایک معدن (کان) فتح ہوئی تو اس کی آمدنی بیت المال میں داخل کی گئی، اس طرح بعض اور معدنوں (کانوں) سے بھی کثیر مال آتا تھا۔ گویا کانیں بھی حکومت کی آمدنی کا ایک ذریعہ تھیں۔ عہد صدیقی میں کانوں کی پوری آمدنی بیت المال میں داخل کی جاتی تھی یا اس کا کچھ حصہ؟ اس کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ (ایضاً ص ۴۹۵)

مصارف عہد صدیقی میں آمدنی کے بڑے بڑے مصارف یہ تھے،

۱۔ عمال صدقات وزکوٰۃ کا روزینہ (یہ انہی کے جمع کیے ہوئے مال سے دیا جاتا تھا۔)

۲۔ خلیفہ اور دوسرے کارپردازان حکومت کا روزینہ۔

۳۔ فوج کے لیے ہتھیار اور سامان رسد وغیرہ کی فراہمی۔

۴۔ رفاہ عامہ کے کام،

۵۔ مختلف سماجی معاشرتی اور دینی امور مثلاً اپاہجوں، کمزوروں، بوڑھوں، مسکینوں کی مدد۔ اپاہج اور بیکار ذمیوں کے وظائف۔

۶۔ رسول اکرم ﷺ کے وعدوں کی تکمیل،

ضروری مصارف کے بعد جو رقم بچتی تھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کو سب لوگوں میں برابر تقسیم کر دیتے تھے۔ ان میں چھوٹے بڑے آزاد، غلام، مرد اور عورت سب شامل تھے۔ چنانچہ پہلے سال مال آیا تو ہر شخص کے حصے میں سوا سات درہم (بروایت دیگر دس درہم) آئے۔ دوسرے سال اس سے زیادہ مال آیا اور حسب سابق سب برابر تقسیم کیا

گیا تو ہر شخص کو بیس بیس درہم ملے، بعض لوگوں نے کہا کہ آپ نے تمام لوگوں کو برابر کر دیا حالانکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنے فضائل کی بدولت ترجیح دیئے جانے کے مستحق ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔۔۔''فضائل کا ثواب خدا دے گا۔ یہ معاش کا معاملہ ہے اس میں مساوات ہی بہتر ہے''

مال غنیمت کے خمس کی تقسیم کا طریقہ الگ تھا۔ اس کا ایک حصہ جسے قرآن کریم میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے لیے مخصوص کیا گیا ہے، فوجی مصارف کے لیے رکھ لیا جاتا تھا۔ دوسرا حصہ خاندان نبوت کے لیے مخصوص کر دیا جاتا تھا اور باقی حصے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کیے جاتے تھے۔

اپنے عہد خلافت کے اواخر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک بیت المال تعمیر کرایا لیکن اس میں کبھی کسی بڑی رقم کے جمع کرنے کی نوبت نہ آئی، اس لیے اس کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ تھا۔ ایک دفعہ کسی شخص نے کہا کہ آپ کوئی محافظ کیوں نہیں مقرر کرتے تو فرمایا، اس کی حفاظت کے لیے ایک قفل کافی ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چند اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر بیت المال کا جائزہ لیا تو صرف ایک دینار (بروایت دیگر ایک درہم) برآمد ہوا۔ ان اصحاب کی زبان سے بے اختیار نکلا ''اللہ، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر رحمت نازل کرے۔'' پھر انہوں نے بیت المال کے خزانچی کو بلا کر پوچھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات تک بیت المال میں کل کس قدر مال آیا ہوگا۔ اس نے کہا ''دو لاکھ دینار'' لیکن جو مال آتا حضرت ابوبکر اس کو ضروری مدوں پر فوراً خرچ کر دیتے تھے یا لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ (ایضاً ص ۴۹۶)

عسکری نظام

عرب میں مستقل فوج کا کوئی تصور نہ تھا اور نہ لوگوں کو فوجی تربیت دینے کے لیے وہاں کوئی فوجی مدرسہ یا ادارہ تھا، لیکن عرب فطری

طور پر ایک جنگجو قوم تھے۔ وہ ہر دور میں شہسواری، شمشیرزنی، تیراندازی، نیزہ بازی اور سخت گھاٹیوں میں اپنے اپنے قبیلوں کے بڑے بوڑھوں سے فوجی تربیت حاصل کرتے تھے یہاں تک کہ قبیلے کا ہر فرد سپاہی بن جاتا تھا۔ ان کی مضطرب فطرت ان کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتی تھی اور وہ اپنی جنگی صلاحیتوں کو ایک دوسرے کے خلاف لڑ لڑ کر ضائع کرتے تھے۔ سرورِ عالم ﷺ مبعوث ہوئے اور عرب دینِ حق کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہوئے تو اسلام نے انہیں ایک نیا تخیل عطا کیا، نظم وضبط اور راہِ حق میں سرفروشی کا ایک نیا احساس۔ جب ضرورت پیش آتی اور جہاد کا اعلان ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رضا کارانہ طور پر بڑے ذوق وشوق سے پرچم جہاد کے نیچے جمع ہو جاتے اور باطل کے خلاف اپنی جانوں کی بازی لگا دیتے۔ اس طرح خود بخود ہی ایک رضا کار فوج تیار ہو گئی۔ ہادی برحق ﷺ نے ان اصحاب کی اخلاقی تربیت فرمائی اور ان کو نظم وضبط کے ساتھ لڑنا سکھایا۔ حضور ﷺ نے موقع اور محل کے مطابق چھاپہ مار یا گریز پا طریقہ جنگ سے بھی کام لیا اور مجاہدین کو صف بند کر کے بھی (صف بند) دشمن کے خلاف جنگ کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی یہی صورت حال باقی رہی لیکن انہوں نے مستقل طور پر اس طرزِ عمل کو اپنایا جو حضور ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر اختیار فرمایا تھا یعنی اسلامی لشکر کو بہت سے دستوں میں تقسیم کر دیا تھا اور ہر دستے کو الگ الگ پرچم عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ جب وہ مجاہدین کا کوئی لشکر کسی مہم پر روانہ فرماتے تو اس کو مختلف دستوں پر تقسیم کر کے الگ الگ افسر مقرر فرما دیتے۔ شام پر لشکر کشی کے وقت اسی طریقہ پر عمل کیا گیا۔ امیر الامرا یا کمانڈر انچیف کے عہدے کی بنیاد بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رکھی۔ وہ یوں کہ انہوں نے شام جانے والے لشکروں کے امراء کو ہدایت کی کہ جب وہ سب کسی جگہ یکجا ہو جائیں تو ان کے سپہ سالارِ اعلیٰ (کمانڈر انچیف) حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عراق سے شام جانے کا حکم دیا تو

انہیں شام کی تمام افواج کا سپہ سالار اعلیٰ (امیر الامرا یا کمانڈر انچیف) مقرر کر دیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کثیر التعداد دشمن کے مقابلے میں اپنے قلیل التعداد لشکر کو بہت سے دستوں میں تقسیم کر دیا اور میدان جنگ میں ہر دستہ کی جگہ اور اس کا کام متعین کر دیا۔ اس طرح کسی ترتیب و نظام کے بغیر لڑنے سے جو قباحتیں پیدا ہوتی تھیں ان کا تدارک ہو گیا۔ (خلیفۃ الرسول ص ۴۹۸)

فوج کی اخلاقی تربیت

رسول اکرم ﷺ نے جہاد میں شریک ہونے والے مسلمانوں کے لیے چند اخلاقی ضابطے اور اصول مقرر فرما دیئے تھے اور ان پر سختی سے عمل کرنے کا حکم دیا تھا مثلاً عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا، راہبوں اور مذہبی پیشواؤں سے کوئی تعرض نہ کرنا۔ کلیساؤں (گرجوں) کو نہ چھیڑنا، لاشوں کا مثلہ نہ کرنا، اسیران جنگ سے اچھا سلوک کرنا وغیرہ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی فوج کی اخلاقی تربیت پر خاص توجہ دی۔ اس کا نمونہ وہ ہدایات ہیں جو انہوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو یا حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو شام بھیجتے وقت دیں۔ قریب قریب ایسی ہی ہدایات انہوں نے دوسرے امرائے فوج کو بھی دیں۔ زبانی ہدایات کے علاوہ وہ امرائے فوج کو تحریری ہدایات بھی بھیجتے رہتے تھے جن میں ان کو اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنے کی تاکید ہوتی تھی۔ (خلیفۃ الرسول ص ۴۹۹)

اسلحہ جنگ

فوج میں سوار اور پیادہ دونوں قسم کے لوگ ہوتے تھے۔ ان کے پاس بالعموم یہ ہتھیار ہوتے تھے۔ تلوار، بڑا نیزہ، چھوٹا نیزہ، تیر کمان۔

دشمن کے قلعوں پر حملہ کرتے وقت ضرورت ہوتی تو منجنیقوں، دبابوں اور ضبوروں کا استعمال بھی کیا جاتا تھا۔ منجنیقوں کے ذریعے قلعوں کی دیواروں پر پتھر پھینکے جاتے تھے۔ دبابوں اور ضبوروں کے اندر مجاہدین کی ایک تعداد بیٹھ جاتی تھی اور ان کو دھکیل کر قلعے کی دیوار کے نیچے پہنچ جاتے تھے۔ دبابوں اور ضبوروں میں مجاہدین اس

طرح محفوظ ہوتے تھے کہ دشمن کے تیروں سے ان کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا تھا۔

فوجی لباس

ارباب سیر و تاریخ نے یہ تصریح نہیں کی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں مجاہدین کا لباس کیسا ہوتا تھا۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ان کا کوئی مخصوص لباس (جسے وردی یا یونیفارم کہا جاتا ہے) نہیں تھا اور وہ اپنا عام قومی لباس پہن کر ہی لڑتے تھے۔ مصر کے دو مصنفین ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن اور پروفیسر علی ابراہیم حسن نے اپنی مشترکہ تصنیف ''النظم الاسلامیہ'' میں لکھا ہے:

''(عربوں کی) پیادہ فوج گھٹنوں تک قبائیں اور پائجامے اور جوتے پہنے ہوتی تھی۔ سوار زرہ اور خود پہنے ہوتے تھے۔ یہ خود فولاد کا ہوتا تھا اور اس میں گدھوں کے پر منڈھے ہوتے تھے۔''

فاضل مصنفین نے یہ وضاحت نہیں کی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں فوجیوں نے اس لباس کو اختیار کر لیا تھا یا اس کا رواج بعد میں ہوا۔ زرہ اور خود کا سراغ البتہ عہد رسالت میں بھی ملتا ہے۔ اور عہد صدیقی میں بھی۔ (ایضاً ص ۵۰۰)

سامان جنگ کی فراہمی

سامان جنگ میں ہتھیار، خوراک (رسد) خیمے، سواریاں (اونٹ، گھوڑے، خچر، گدھے) وغیرہ سبھی چیزیں شامل ہیں۔ مجاہدین بالعموم اپنا اپنا اسلحہ لے کر آتے تھے۔ جو خود انتظام نہیں کر سکتے تھے ان کا انتظام حکومت کرتی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سامان جنگ کی فراہمی پر خاص توجہ دیتے تھے اور مختلف ذرائع سے جو آمدنی ہوتی تھی اس کا ایک معقول حصہ اسلحہ اور سامان بار برداری وغیرہ پر صرف فرماتے تھے۔ مال غنیمت کا جو حصہ قرآن حکیم میں اللہ اور رسول کا قرار دیا گیا ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو کلیۃً فوجی مصارف کے لیے مخصوص کر دیا تھا۔

جنگی گھوڑوں اور اونٹوں وغیرہ کی پرورش کا بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

خاص انتظام کیا تھا اور ان کے لیے کچھ چراگاہیں مخصوص کر دی تھیں۔ (ایضاً ص ۵۰۱)

فوجی مراکز کا معائنہ

جو مجاہدین عرب کے مختلف حصوں سے جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لینے کی خاطر مدینہ منورہ پہنچتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کو بالعموم خود ضروری ہدایت دے کر مدینہ منورہ سے رخصت کیا کرتے تھے۔ ان مجاہدوں کے پڑاؤ کے لیے جرف اور ذوالقصہ کے وسیع میدان مخصوص کر دیئے گئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وقتاً فوقتاً ان فوجی مراکز کے معائنے کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ انتظامات یا مجاہدین کی مادی اور روحانی حالت میں کوئی خامی نظر آتی تو اس کی اصلاح فرماتے تھے۔

ایک دفعہ فوجوں کے معائنے کے لیے جرف تشریف لے گئے اور گھوم پھر کر مختلف امور کا جائزہ لینے لگے۔ بنی فزارہ کے پڑاؤ میں پہنچے تو انہوں نے پر تپاک خیر مقدم کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو اہلاً و سہلاً و مرحبا کہا۔ ان لوگوں نے عرض کیا: ''یا خلیفہ رسول اللہ ہم لوگ گھوڑوں کی سواری میں خوب مہارت رکھتے ہیں، اس لیے گھوڑے ساتھ لائے ہیں آپ لشکر کا بڑا پرچم ہمیں عنایت فرمایئے''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں دعائے خیر و برکت دے کر فرمایا: ''بڑا جھنڈا تم کو نہیں مل سکتا کیونکہ وہ بنو عبس کو دیا جا چکا ہے'' ایک فزاری نے کھڑے ہو کر کہا، ''ہم لوگ عبس سے اچھے ہیں''۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خفا ہو کر فرمایا:

''چپ بیوقوف تجھ سے ہر ایک عبسی اچھا ہے۔''

ایک عبسی نے بھی اٹھ کر کچھ کہنا چاہا لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے بھی ڈانٹ کر خاموش کر دیا اور فرمایا: ''میں جو کچھ کہہ چکا ہوں وہ تمہاری طرف سے کافی ہے۔'' غرض اسی طرح فوجی مراکز میں جا کر مجاہدین کا حوصلہ بڑھاتے تھے۔ ان کو مفید نصیحتیں کرتے تھے اور باہمی اخوت اور محبت کا سبق دیتے تھے۔

(ایضاً ۵۰۲ بحوالہ طبقات ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ)

باب نمبر 9

مطاعنِ باطلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کردار اور گفتار آئینے سے بھی زیادہ شفاف ہے، لیکن جن کے مقدر میں ازلی محرومیوں کے سوا کچھ نہیں، وہ ہر وقت ان کی کردار کشی میں سرگرم رہتے ہیں۔ ان کی طرف سے جن اعتراضات اور الزامات کا اظہار کیا جاتا ہے وہ سب کے سب ان کی کم علمی، بدنیتی اور عناد قلبی کی بدولت ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ان تمام اعتراضات اور الزامات سے محفوظ اور مامون فرمایا ہے، آیئے ذیل میں ایک ایک طعن اور اعتراض کا تجزیہ حقائق کی روشنی میں ملاحظہ کیجئے، اللہ تعالیٰ ہی سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرمانے والا ہے۔

غزوہ احد سے فرار

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان میں بہادری اور جفاکشی کی قلت تھی، اسی لئے وہ دوسرے صحابہ کرام کے ساتھ غزوہ احد اور غزوہ حنین کے معرکوں میں فرار ہو گئے تھے لہذا جس میں بہادری اور جفاکشی کی قلت ہو وہ مسند خلافت پر بیٹھنے کے قابل نہیں، اللہ اکبر، یہ ایک ایسا اعتراض ہے جس کی کوئی اصل نہیں، اس کے برعکس حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی

بہادری اور جوانمردی کا اعتراف حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا ہے، جیسا کہ امام بزار نے اپنی مسند میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام لوگوں سے زیادہ بہادر تھے، (تاریخ الخلفاص ۲۹) حضرت امام ابن سعد فرماتے ہیں:

''احد کے دن جب لوگ منتشر ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ تھے، (طبقات الکبریٰ ۳:۱۲۴)

اسی طرح حضرت امام بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں اور حضرت امام خازن نے تفسیر خازن میں نقل کیا ہے کہ اکثر مسلمان غزوہ احد کے موقع پر منتشر ہو گئے مگر تیرہ یا چودہ صحابہ کرام حضور اقدس ﷺ کے ساتھ رہے، ان میں سات مہاجر تھے اور سات انصاری تھے، مہاجر صحابہ کرام کے اسما یہ ہیں، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمٰن، حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم، (تفسیر خازن ۱:۳۲۶) حضرت امام بن حجر علیہ الرحمہ نے بھی یہی لکھا ہے، (فتح الباری شرح بخاری ۷:۲۸۹) یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے غزوہ احد میں منتشر ہونے والے مسلمانوں کو معاف فرمادیا ہے، جیسا کہ قرآن پاک نے فرمایا،

﴿ولقد عفا الله عنهم ان الله غفور حليم﴾

یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمائی، بے شک اللہ تعالیٰ درگزر فرمانے والا اور تحمل کرنے والا ہے، (آل عمران ۱۵۵)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے راہ فرار اختیار نہیں کی بلکہ نہایت پامردی اور ثابت قدمی کا مظاہرہ فرمایا، دوسرے صحابہ کرام کے لئے قرآن پاک نے معافی کا اعلان کر دیا تو اب کسی صحابی پر بھی طعن و اعتراض کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، حدیث مبارک ہے، میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو، غزوہ حنین میں بھی اہل ایمان کا بہت بڑا امتحان تھا، کفار کے اچانک حملے سے مسلمان منتشر ہو گئے تو حضرت ابوبکر

صدیق، حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم نے اس اضطرابی ماحول میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہایت ثابت قدمی اور جان نثاری کا مظاہرہ کیا، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، (زرقانی علی المواہب ۳:۱۹) غزوہ حنین کی صورت حال ہی کچھ اس طرح تھی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول معظم ﷺ نے کسی صحابی پر بھی عتاب نہ فرمایا، کیونکہ اس وقتی پریشانی کے بعد وہ سب یکجان ہو کر کفار کے ساتھ برسر پیکار ہو گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح وسکینت سے سرفراز فرمایا تھا، قرآن پاک میں ہے،

﴿ ثم انزل الله سکینته علی رسوله وعلی المومنین وانزل جنود الم تروها و عذب الذین کفروا...... ﴾ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر اپنی رحمت نازل فرمائی اور نظر نہ آنے والے لشکر نازل فرمائے اور کافروں کو عذاب سے دوچار کیا، (سورۃ التوبہ)

ان حقائق سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اور بالخصوص حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر فرار جنگ کے الزام اور اعتراض کی کوئی حقیقت نہیں، یہ صرف عناد قلبی کا شاخسانہ ہے، اللہ تعالیٰ اس بیماری سے محفوظ فرمائے۔

امارت حج سے معزولی

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ان کو امارت حج کے منصب سے معزول کر کے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فائز کر دیا تھا، اگر آپ امارت وخلافت کے قابل ہوتے تو آپ کو معزول کیوں کیا جاتا، اس اعتراض کی بھی کوئی اصل نہیں، اگر یہ اعتراض درست مانا جائے تو پھر معاذ اللہ شان رسول پر بھی اعتراض وارد ہوتا ہے، وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو معزول کرنا تھا تو اس منصب پر فائز کیوں کیا تھا، حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو ہرگز معزول نہیں کیا تھا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تو صرف سورۃ التوبہ کے احکام

پڑھ کر سنانے کے لئے بھیجا تھا، باقی انہوں نے حج کا فریضہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امارت اور قیادت میں سرانجام دیا کہ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا ﴿انت امیر او مامور﴾ آپ امیر حج بن کر آئے ہیں یا مامور ہیں، انہوں نے عرض کیا، میں مامور ہوں گویا امیر حج آپ ہی ہیں، پھر حضرت ابوبکر نے حج کی قیادت فرمائی، (البدایہ والنھایہ ۵:۳۷)

سورۃ التوبہ کے اعلان کے لئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے تقرر کی وجہ یہ تھی کہ عرب میں یہ دستور تھا کہ جب کسی معاہدہ کو کالعدم قرار دینا مقصود ہوتا تو اس کا اعلان معاہدہ کرنے والا خود کرتا یا اس کا کوئی قریبی رشتہ دار کرتا، چونکہ سورۃ التوبہ کا اعلان عرب کے غیر مسلم باشندوں کے روبرو کرنا تھا اس لئے ان کے مروجہ طریقے کو سامنے رکھا گیا اور اس مقصد کے لئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا کہ وہ کفار عرب کے سامنے سابقہ تمام معاہدوں کو کالعدم کردیں، اس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی معزولی کا شائبہ تک نہیں، یہ عقل عیار کا وہم ہے،

جنازہ میں عدم شرکت

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وصال مصطفیٰ پر ان کو اپنی خلافت کی پڑی تھی، انہوں نے حضور اقدس ﷺ کے جنازے میں بھی شرکت نہیں کی، استغفر اللہ، اس اعتراض کی بھی کوئی اصل نہیں، اول تو یہ کہ حضور اقدس ﷺ کی نماز جنازہ ہمارے اس مروجہ طریقے کے مطابق نہیں ہوئی تھی، ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ حضرت امام باقر فرماتے ہیں،

"حضور اقدس ﷺ کے جنازے کی یہ صورت تھی کہ دس دس افراد نماز جنازہ کے لئے حجرہ مبارک میں داخل ہوتے تھے تا کہ بغیر امام کے نماز ادا کریں، سوموار کے روز سے منگل کی شام تک یہ سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ چھوٹے بڑے مرد عورت مدینہ اور اطراف مدینہ کے تمام لوگوں نے نماز

جنازہ ادا کر لی، (حیات القلوب۲:۸۶۶)

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے، جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو ملائکہ، مہاجرین اور انصار نے فوج در فوج آپ پر نماز پڑھی، (اصول کافی:۲۸۶) سلیم بن قیس ہلالی کا بیان ہے کہ ﴿لم یبق احد شهد من المهاجرین والا نصار الا صلی علیه﴾ مہاجرین اور انصار کا کوئی فرد بھی ایسا نہیں تھا جس نے حضور اقدس ﷺ کی نماز جنازہ نہ پڑھی ہو، (کتاب سلیم بن قیس ہلالی:۷۰) متعدد روایات میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جنازہ نبوی میں شامل ہونے کا صراحتاً ذکر موجود ہے، مثلاً "جب حضور اقدس ﷺ کو کفن پہنا کر چار پائی پر لٹا دیا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجرے میں داخل ہوئے اور انہوں نے عرض کیا، ﴿السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبركاته﴾ اور ان کے ساتھ مہاجرین کی اتنی جماعت تھی جتنی کہ حجرے میں آسکتی تھی، انہوں نے بھی سلام عرض کیا جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا، یہ حضرات صفوں میں کھڑے ہو گئے۔ ان کا کوئی امام نہیں تھا، حضرات شیخین جو صف اول میں کھڑے تھے، انہوں نے کہا، اے اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر جو کچھ نازل ہوا انہوں نے پہنچا دیا، اپنی امت کو نصیحت فرمائی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا، یہاں تک کہ اللہ نے دین کو عزت عطا فرما دی، سب لوگوں نے کہا، آمین آمین، پھر وہ باہر نکلے تو دوسرے لوگ اندر داخل ہو گئے، حتی کہ تمام مردوں، عورتوں، پھر تمام بچوں نے یہ نماز جنازہ پڑھی، وہ سب لوگ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کی قبر انور کے بارے میں گفتگو کرنے لگے، (طبقات الکبریٰ۲:۶۹، انساب الاشراف۱:۵۷۴، البدایہ والنھایہ۵:۲۶۵، سیرت حلبیہ۳:۳۹۴)

آپ ﷺ کی قبر انور کہاں ہونی چاہئے، یہ بھی حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث مبارک کی روشنی میں بتایا کہ جہاں نبی کا وصال ہوتا ہے وہاں ہی اس کا

مزار بنتا ہے، (موطا امام مالک: ۲۱۲، سنن ابن ماجہ: ۱۱۸، ترمذی ۱: ۱۲۱، مسند ابو یعلیٰ ۱: ۵۳، مشکوۃ: ۵۴۷، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۴: ۵۵۴) حضرت امام اسفرائنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ وصال مصطفیٰ ﷺ کے فوراً بعد صحابہ کرام کے درمیان جو اختلافات پیدا ہوئے وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی برکات سے حل ہو گئے، اولاً آپ نے حضور اقدس ﷺ کے وصال کی تصدیق کی، ثانیاً اختلاف تدفین کو رفع کیا اور ثالثاً خلافت کا مسئلہ حل فرمایا، (التعبیر فی الدین: ۲۵) کائنات پر سب سے مشکل گھڑی اس وقت رونما ہوئی جب جان کائنات نے پردہ فرمایا، اس نازک ترین موقع پر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عزیمت اور استقامت کو سلام پیش کرنا چاہئے جس کی برکت سے جملہ مسائل ختم ہو گئے اور اہل اسلام کو سکون کی دولت نصیب ہوئی، حقیقت یہ ہے کہ آپ نے نماز جنازہ میں بھی شرکت فرمائی، سقیفہ بنی ساعدہ کے مقام پر پہنچ کر انصار کی بھی رہنمائی فرمائی اور تدفین مصطفیٰ کا مسئلہ بھی حل فرمایا، صحابہ کرام اور اہل بیت عظام نے ہر مرحلے پر آپ کی رائے کو مقدم رکھا اور اسے حکم سمجھ کر تسلیم کیا کیونکہ وصال مصطفیٰ کے بعد آپ ہی کی ذات مرجع خلائق تھی،

خلافت پر قبضہ

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر خلافت مصطفوی پر قبضہ کر لیا تھا، اس منصب کے سب سے زیادہ حقدار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے، اللہ غنی اس اعتراض کی بھی کوئی اصل نہیں، حقیقت یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کبھی اس منصب کی خواہش نہیں فرمائی، اگر آپ کے اسلام کا مقصد خلافت کا حصول ہوتا تو آپ لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں آنے والے مال غنیمت سے محلات تعمیر کرتے اور اپنی اولاد کو عیش و عشرت کی زندگی عطا کرتے، ایسا کہیں سے بھی ثابت نہیں ہو سکتا، آپ نے بارہا خلافت کا بوجھ اتارنے کی کوشش کی لیکن صحابہ کرام نے اپنے اجماع سے ان کو برقرار رکھا،

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ان میں شامل تھے، حضرت علامہ شریف المرتضیٰ علیہ الرحمہ نے رقم فرمایا ہے،

''جمیع مسلماناں ابو بکر بیعت کردند و اظہار رضا و خوشنودی با و و سکون و اطمینان بسوئے او نمودند و گفتند کہ مخالف او بدعت کنندہ و خارج از اسلام است، تمام اہل اسلام نے رضا و خوشنودی اور سکون و اطمینان کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور کہا کہ ان کا مخالف بدعتی ہے اور اسلام سے خارج ہے، (بہار الانوار جلد ۳)

ایک دفعہ ایک شخص سے راقم الحروف کی بات ہوئی۔ اس نے کہا کہ اجماع صحابہ کا کیا اعتبار ہے، صحابہ نے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو 'عہدہ موذن'' سے ہٹانے کے لئے بھی پورا زور لگایا تھا، ان کے اصرار پر ان کو ہٹا دیا گیا تو رات اتنی طویل ہوگئی کہ لوگ اٹھ اٹھ کر مسجد نبوی میں آتے رہے، لیکن صبح کے آثار نظر نہ آئے، بالآخر رسول نے فرمایا کہ جب تک بلال اذان نہ پڑھے گا صبح طلوع نہ ہوگی، راقم الحروف نے عرض کیا، تم اسی روایت کو سامنے رکھ کر فیصلہ کر لو، جس رسول کا موذن تبدیل کر دیا جائے تو صبح طلوع نہیں ہوتی، خلیفہ تبدیل کر دیا گیا۔ تو قیامت کیوں نہ برپا ہوگئی؟ موذن کا تبدیل کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف تھا، اس لئے رات طویل ہوگئی اور لوگوں کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی شان و عظمت کا علم ہو گیا، جبکہ خلافت کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق تھا، اس لئے رات بھی ڈھل گئی، صبح کا سویرا بھی طلوع ہو گیا اور گردش لیل و نہار کے سلسلے اسی طرح رونما ہوتے رہے، پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کے لئے تمام صحابہ کرام نے کب عرض کیا تھا، اگر یہ روایت عقلاً اور نقلاً صحیح ہے تو چند افراد کے کہنے سے یہ کام ہوا تھا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو چند افراد نے نہیں، سوا لاکھ سے زیادہ صحابہ کرام نے

قرآن وحدیث کے صریح اشاروں کو مدنظر رکھتے ہوئے منتخب فرمایا تھا، ملا باقر مجلسی نے تذکرۃ الائمہ میں صحابہ کرام کی تعداد چار لاکھ رقم کی ہے، تو گویا چار لاکھ کے لگ بھگ صحابہ کرام اور بے شمار تابعین عظام نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنے اعتماد کا اظہار کیا تھا، پھر اہل بیت اطہار بھی مکمل طور پر ساتھ تھے، کیا اہل بیت اطہار نے ایک غاصب اور قابض انسان کی بیعت کی تھی، اور اس کے پیچھے نمازیں پڑھی تھیں؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ بیعت کی تھی، پہلی مرتبہ جب عام مسلمانوں نے بیعت کی اور دوسری مرتبہ جب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا، اس وقت بیعت کی تا کہ پہلی بیعت لوگوں کی نظر میں مزید مضبوط ہو جائے، ان چھ مہینوں میں آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے الگ نہیں رہے بلکہ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے، اور صلاح ومشورہ کی خاطر ان کے پاس آتے رہے، ذی القصہ کے موقع پر بھی ان کے ہمرکاب تھے، (البدایہ والنھایہ ۵:۲۸۶) حضرت امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دوسری بیعت پہلی بیعت کو مزید پختہ کرنے لئے فرمائی اس کو ابن حبان وغیرہ نے صحیح کہا ہے، (فتح الباری ۷:۳۹۹) پھر اس بیعت کا ذکر معترضین کی کتابوں میں بھی بکثرت وارد ہے، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ اہتمام فرمانا لوگوں کے شبہات کو زائل کرنے کے لئے تھا تا کہ قیامت تک معلوم ہو جائے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، غاصب خلافت نہیں، ان کی مرضی اور خوشنودی کے ساتھ اس منصب پر فائز ہیں، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے،

﴿"ما غضبنا الا انا خرنا عن المشورة وانا نرىٰ ان ابا بكر احق الناس بها انه لصاحب الغار و انا لنعرف شرفه وخيره ولقد امره رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يصلى بالناس وهو حى﴾ ،یعنی ہم تو اس لئے ناراض ہوئے کہ

ہمیں مشورے سے موخر کیا گیا تھا ورنہ ہم جانتے ہیں کہ بے شک ابو بکر صدیق ہی تمام انسانوں سے زیادہ حقدار خلافت ہیں، کیونکہ وہ صاحب غار ہیں، اور ہم ان کے خیر و شرف کو پہچانتے ہیں، بے شک رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات ظاہری میں ان کو حکم دیا تھا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں" (البدایہ والنھایہ ۵: ۲۵۰، السنن الکبری ۸: ۱۵۳، الاعتقاد: ۱۷۹)

اس نازک ترین وقت کے مطابق حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم، حضرت ابو عبیدہ، حضرت زید بن ثابت اور دیگر صحابہ کرام کا فوری فیصلہ بالکل درست ثابت ہوا اور قوم ایک بہت بڑے فتنے سے محفوظ ہو گئی، اس صورت حال کا تجزیہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کیا تو وہ بھی صحابہ کرام کے فوری فیصلے کو حق بجانب سمجھنے لگے، جہاں تک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حقدار خلافت ہونے کا سوال ہے تو اس بارے میں کسی ایک فرد کو بھی اعتراض نہیں تھا، سب صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار شروع ہی سے آپ کو "احق الناس" تصور کرتے تھے، قرآن وحدیث نے بھی اپنے واضح اشارات میں آپ کی طرف لوگوں کو مائل کیا تھا لہذا خلافت مصطفوی پر قبضہ جمانے کا الزام اور اعتراض سراسر باطل ہے۔

شعب ابی طالب سے لاتعلقی

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ایک یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے شعب ابی طالب کے انتہائی کٹھن مرحلے میں حضور انور ﷺ اور آپ کے خاندان کی اعانت نہیں کی، اس موقع پر صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے مونس وغمخوار تھے، اس اعتراض کی بھی کوئی وجہ نظر نہیں آتی، جہاں تک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی غمخواری اور جان سپاری کا تعلق ہے تو اس میں کسی مسلمان کو کوئی شک نہیں ہو سکتا، لیکن اس موقع پر حضرت صدیق

اکبر رضی اللہ عنہ بھی حضور انور ﷺ کے غم واندوہ میں شریک تھے، حضرت ابوطالب نے اپنے اشعار میں اس حقیقت کو بیان کیا ہے، ایک شعر دیکھئے ۔

وھم رجعوا سھل بن بیضاء راضیاً

فسر ابو بکر بھا و محمد

یعنی جب قریش کی ایک جماعت خاندان نبوت کو شعب ابی طالب میں محصور کرنے کے لئے لکھا جانے والا عہد نامہ توڑنے کو اٹھ کھڑی ہوئی تو سھل بن بیضا بھی اس میں شامل تھا، اس کام پر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بہت خوش ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی بہت خوش ہوئے (ازالۃ الخفاء ۲:۱۰، سیرت ابن ہشام ۱:۳۷۹، البدایہ والنھایہ ۳:۹۸، الاستیعاب ۲:۹۳) یہ واقعہ مرزا تقی لسان الملک شیعی نے بھی بیان کیا ہے اور حضرت ابوطالب کا مذکورہ شعر رقم کیا ہے، (ناسخ التواریخ ۵:۲۲۲) معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور انور ﷺ کے ان مصائب میں بھی بالکل ساتھ ساتھ تھے، اور اپنا تمام قبیلہ چھوڑ کر اپنے محبوب کے مونس وغمخوار تھے، پھر خاندان نبوت سے اس خوفناک مرحلے کو ٹالنے کے لئے آپ نے قریش میں اپنا اثر ورسوخ استعمال کیا اور آپ کی کامیاب کوششوں سے یہ مصیبت ٹل گئی،

جیش اسامہ سے احتراز

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ایک یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے حضور انور ﷺ کی از حد تاکید کے باوجود حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہونے سے احتراز کیا، آپ نے فرمایا تھا، لشکر اسامہ کو نافذ کرو، جو شخص اس لشکر کی شمولیت سے پیچھے رہ جائے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی، چنانچہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان نے اس لشکر میں شمولیت اختیار نہیں کی اس لئے وہ اس وعید کے سزاوار ٹھہرے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ، اس اعتراض

کی بھی کوئی اصل نہیں،

اولاً ﴿لعن اللہ من تخلف عنہا﴾، کے الفاظ الحاقی ہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ یہ جملہ 'لعن اللہ ....یعنی جو شخص اس لشکر کی شمولیت سے پیچھے رہ جائے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی، اہل سنت و جماعت کی کتابوں میں ہرگز موجود نہیں۔ بالفرض اگر صحیح بھی ہو تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ حضرت اسامہ کو تنہا چھوڑنا اور حضرت زید کے انتقام کے لئے رومیوں کے خلاف تیار ہونے والی اس مہم سے پہلو تہی کرنا حرام ہے، چونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خدمت امامت کے لئے متعین تھے لہذا وہ ان امور سے مستثنیٰ تھے، حضرت شہرستانی نے الملل والنحل میں کہا ہے کہ ان ھذہ الجملۃ موضوعۃ مفتراۃ، بے شک یہ جملہ من گھڑت اور جھوٹ پر مبنی ہے، اپنے آپ کو محدثین اہل سنت میں شمار کرنے والے بعض فارسی نویسیوں کا اپنی کتب سیرت میں اس کا بیان کرنا اہل سنت پر الزام لگانے کے لئے کافی نہیں کیونکہ اہل سنت کے نزدیک اعتبار حدیث یہ ہے کہ وہ حکم صحت کے ساتھ محدثین کرام کی مستند کتابوں میں موجود ہو، بے سند حدیث تو ان کے نزدیک "شتر بے مہار" ہے، (تحفہ اثناعشریہ: ۵۲۷)

ثانیاً حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی لشکر اسامہ میں شامل نہیں ہوئے، کیا وہ بھی اس وعید کے سزاوار ہوں گے۔ کیونکہ جس طرح لشکر کو نافذ کرنے کا حکم عام تھا اس طرح اس کے تخلف پر لعنت کا استحقاق بھی عام ہے، لا حول ولا قوۃ الا باللہ،

ثالثاً: حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تو اس لشکر کی تیاری کے لئے خصوصی طور پر حکم صادر فرمایا اور اپنے محبوب کی آخری خواہش کو انتہائی نازک حالات میں پورا کر دیا۔ لہذا وہ اس وعید کے کیسے سزاوار ہوں گے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لئے انہوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے اجازت مانگ لی تھی،

رابعاً: آپ کا بذات خود نہ جانا اس لئے تھا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی خلافت کے منصب پر جلوہ گر ہوئے تھے، جس رسول مکرم ﷺ نے لشکر اسامہ میں شرکت کرنے کا سب لوگوں کو حکم دیا تھا اسی نے کمال محبت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی کی امامت کا فریضہ سرانجام دینے کے لئے منتخب فرمایا تھا، گویا ان کو اپنا قائم مقام بنانے کا واضح اشارہ دیا تھا، حضور انور ﷺ اگر خود اس دنیا میں موجود ہوتے تو اس لشکر کے ہمراہ نہ جاتے تو ان کا قائم مقام کیسے جا سکتا تھا، رہا لشکر کو تیار کرنا تو یہ حضور انور ﷺ کا کام ہوتا، اب یہ کام ان کے خلیفہ کے ذمہ تھا جو انہوں نے نہایت احسن طریقے سے سرانجام دیا، دراصل جب کسی شخص کا منصب تبدیل ہو جاتا ہے تو اس پر نئے منصب کے احکام جاری ہو جاتے ہیں، جیسا کہ بچہ جب بالغ ہو جائے، غلام جب آزاد ہو جائے، رعایا جب حکمران ہو جائے، عام انسان جب قاضی بن جائے، فقیر جب غنی ہو جائے، غنی جب فقیر ہو جائے، جنین جب پیدا ہو جائے، زندہ جب مر جائے، اس کی اور بھی مثالیں ہیں۔ گویا پہلی حالت کے احکام دوسری حالت پر نافذ نہیں کر سکتے، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب مسند خلافت پر فائز ہوئے تو آپ پر خلافت نبویہ کے تقاضے عائد ہو گئے لہذا ان کی ذات اس حکم عام سے خارج ہو گئی پھر یہ تخریج بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا اور منشا کے مطابق واقع ہوئی لہذا اعتراض باقی نہ رہا۔

کوئی مہم سرانجام نہ دی

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ایک یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے اقامت دین اور شرع متین کیلئے کوئی مہم نہ سرانجام دی، حضور اقدس ﷺ نے کسی معرکے میں انہیں امارت و قیادت عطا نہ فرمائی، لہذا وہ کیسے خلافت نبویہ کے حقدار ہو سکتے تھے، اس اعتراض اور الزام کی بھی کوئی حقیقت نہیں، یہ تو سراسر بہتان اور نرا جھوٹ ہے، حضور اقدس ﷺ نے بہت سے

معرکوں میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنایا اور آپ فتح سے ہمکنار ہوئے،

☆......غزوہ احد کے بعد جب یہ خبر رسید ہوئی کہ ابوسفیان اپنی مراجعت سے نادم ہو کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو حضور اقدس ﷺ نے اس کے مقابلے کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رخصت فرمایا اور آپ نے اس کا مقابلہ کیا،

☆......چار ہجری کو غزوہ بنی نضیر میں آپ امیر لشکر بنائے گئے جبکہ حضور اقدس ﷺ اپنے دولت خانہ میں تشریف فرما رہے،

☆......چھ ہجری میں بنولحیان کے خلاف سریہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لشکر اسلام کی قیادت فرمائی،

☆......دومۃ الجندل کو فتح کرنے کے لئے جو لشکر اسلام روانہ کیا گیا، اس میں مہاجرین کے امیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اعراب کے امیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مقرر کیے گئے، (البدایہ ۵: ۱۸)

☆......علامہ ابن ابی الحدید شیعی لکھتے ہیں، سات ہجری شعبان میں حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک سریہ پر امیر بنا کر نجد کی طرف روانہ کیا، یہ لوگ رات کے وقت بنو ہوازن پر حملہ آور ہوئے، حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بھی اس مہم میں شامل تھے، فرماتے ہیں، کافی صحابہ کرام شہید ہوئے خود حضرت ابوبکر بھی زخمی تھے اور چند دن قیام کے بعد مدینہ شریف کو عازم سفر ہوئے، (شرح نہج البلاغہ ۴: ۲۵۰) ایک روایت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی امارت کا بھی ذکر ہے،

☆......غزوہ تبوک کے لئے جب فرمان رسول ہوا کہ لشکر نصرت مدینہ منورہ سے باہر ثنیۃ الوداع کے مقام پر جمع ہو تو اس وقت لشکر گاہ کا امیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا،

☆......غزوہ خیبر میں حضور اقدس ﷺ کو درد شقیقہ عارض ہوا، اس وقت ایک قلعہ کا محاصرہ جاری تھا، آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور قلعہ کی فتح کے لئے

روانہ کیا، اس دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شدید جنگ کی، سات ہجری کو بنی کلاب کے خلاف مہم میں بھی آپ نے قیادت فرمائی، بنوفزارہ کے خلاف بھی آپ ہی قائد مقرر ہوئے،

☆...... حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے حضور اقدس ﷺ کے ہمراہ سات غزوات میں جہاد کیا، ان کے علاوہ نو سرایا میں شرکت کی، اس دوران بعض موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امیر اور بعض موقع پر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ امیر مقرر کئے جاتے تھے، (بخاری ۲: ۶۱۲، مسلم ۲: ۱۱۰)

ان تاریخی حقائق سے معلوم ہوا کہ حضور پیغمبر خدا ﷺ نے اپنے یار غار کو متعدد مقامات پر جہاد کے لئے روانہ فرمایا تھا، اگر بالفرض یہ تسلیم کیا جائے کہ آپ کو کسی مہم کے لئے نہیں بھیجا گیا تو پھر بھی مذکورہ طعن اور اعتراض ہرگز درست نہیں، کیونکہ آپ حضور اقدس ﷺ کے وزیر اور مشیر تھے، بادشاہوں کی یہی عادت ہوتی ہے کہ وہ وزیروں اور امیروں کو عمل داری اور فوجداری کے لئے نہیں بھیجتے، یہ وجہ خود حضور اقدس ﷺ نے بیان فرمائی ہے، میں چاہتا ہوں کہ مختلف ملکوں کی طرف تعلیم دین کے لئے آدمیوں کو ارسال کروں جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو ارسال کیا تھا، لوگوں نے عرض کیا مثلاً ابوبکر و عمر جیسے لوگوں کو، آپ نے فرمایا، ان دونوں کو نہیں کیونکہ وہ دین میں کان اور آنکھ کی مانند ہیں،

☆......اگر کسی کام کیلئے کسی کو نہ بھیجنا ہی اس کے لائق امامت نہ ہونے کی دلیل ہے تو پھر حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما بھی لائق امامت نہیں (معاذ اللہ) کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو کسی جنگ اور کسی مہم میں روانہ نہیں فرمایا، حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ ہی اکثر کاموں میں مامور کیے جاتے رہے، لوگوں نے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آپ کے والد بزرگوار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، اکثر جنگوں اور خطرناک

مہموں میں آپ ہی کو روانہ کرتے ہیں، حضرات حسنین کو اپنے آپ سے جدا نہیں کرتے، حضرت محمد بن حنفیہ نے خوب جواب دیا کہ وہ دونوں حضرت علی المرتضیٰ ﷺ کی دو آنکھوں کی طرح ہیں، جبکہ دوسرے ہاتھ اور پاؤں کی مانند ہیں، انسان سارے کام اپنے ہاتھ اور پاؤں سے سرانجام دیتا ہے، وہ آنکھوں کو کیسے تکلیف دے سکتا ہے، بلکہ انسان کی جبلت ہے کہ مصیبت کے وقت اپنا ہاتھ اپنی آنکھ پر رکھ دیتا ہے، (تحفہ اثنا عشریہ:۵۴۱)

مالک بن نویرہ کا قتل

حضرت سیدنا صدیق اکبر ﷺ پر ایک یہ اعتراض ہے کہ ان کے دور خلافت میں ان کے محبوب سپہ سالار حضرت خالد ﷺ نے مالک بن نویرہ کو قتل کر دیا جو مسلمان تھا اور اس کی حسین وجمیل بیوی سے نکاح کر لیا حالانکہ اس کی عدت بھی نہیں گزری تھی، حضرت ابوبکر صدیق ﷺ پر واجب تھا، کہ حضرت خالد ﷺ کو اتنے بڑے جرم کی قرار واقعی سزا دیتے، لیکن اس کے برعکس انہوں نے حضرت خالد ﷺ کو سپہ سالاری کے عہدے پر برقرار رکھا اور ان کے ناز اٹھاتے رہے، اس اعتراض کی بھی کوئی اصل نہیں، شاید اعتراض کرنے والے جانتے نہیں یا جان بوجھ کر مغالطہ آفرینی کا ارتکاب کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہدایت کی روشنی عطا فرمائے، اصل واقعہ کچھ یوں ہے کہ طلیحہ بن خویلد اسدی نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تو اس کی سرکوبی کے لئے حضرت خالد بن ولید ﷺ روانہ ہوئے اور اس کو شکست فاش دی، اس مہم سے واپسی پر آپ نے علاقہ بطاح پر توجہ دی جس کا سردار مالک بن نویرہ تھا، اگرچہ اس نے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا مگر وصال رسول کے بعد مرتدین کی صف میں شامل ہو کر زکوٰۃ کی ادائیگی سے منحرف ہو گیا، مرتدین کے خلاف بھی حضرت خالد ہی کارنامے سرانجام دے رہے تھے دوسری بات یہ کہ اس علاقے کے گردونواح سے یہ گواہی بھی موصول ہوئی کہ حضور اقدس ﷺ کے وصال کی خبر سنتے ہی مالک بن نویرہ کے

اہل خانہ نے خوشی کا اظہار کیا، دف بجائی، مہندی لگائی اور مسرت وانبساط کے طریقے اپنائے، یہ کام بھی ان لوگوں کے ارتداد کی دلیل بن گیا، پھر جب مالک بن نویرہ کو حضرت خالد کے حضور پیش کیا گیا تو حضور اقدس ﷺ کے متعلق اس کا انداز بھی گستاخانہ تھا، وہ آپ کے بارے میں کہہ رہا تھا ﴿قال رجلکم قال صاحبکم﴾ یعنی تمھارے مرد نے اور تمھارے صاحب نے کہا وغیرہ، اس دور میں اس انداز سے بات کرنا کفار کا شیوہ تھا، تیسری بات یہ کہ جب مسلمان کسی علاقے پر حملہ کرتے تو حملے سے پہلے غور کرتے کہ کہیں وہاں سے اذان کی آواز نہ آرہی ہو، اگر اذان کی آواز نہ آتی تو حملہ کر دیتے ورنہ درگزر کرتے، مالک بن نویرہ کے علاقے سے اذان کی آواز بھی سنائی نہ دی، اس پر حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کے سوا سب اہل لشکر نے گواہی فراہم کی تو حضرت خالد نے حملہ کر دیا۔ چوتھی بات یہ کہ مالک بن نویرہ نے زکوٰۃ کا جمع شدہ مال اپنی قوم کو واپس کر کے کہا کہ اس شخص (یعنی نبی اکرم ﷺ) کی موت سے تمھاری خلاصی ہوگئی، ان تمام وجوہات کو سامنے رکھ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ جیسا عاشق رسول اس علاقے اور اس کے سردار کو کیسے معاف کر سکتا تھا، ان کے نزدیک تو حضور اقدس ﷺ کی شان میں معمولی سی گستاخی کرنے والا بھی واجب القتل تھا، چنانچہ انہوں نے مالک بن نویرہ کو قتل کر دیا۔ یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ مالک بن نویرہ مرتد نہیں تھا لیکن اس کے منہ سے نکلنے والے کلمات سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کا مرتد ہونا تصور کر لیا تھا، گویا اس شبے کی وجہ سے بھی قصاص دفع ہو گیا پھر اگر کوئی شخص عاشورا کے دن خوشی منائے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخانہ انداز اختیار کرے تو اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے اگر اسے مرتد کہا جائے تو فبہا، اگر ان حرکات اور کلمات کی وجہ سے اسے مرتد گمان کرتے ہوئے قتل کر دیا جائے تو شیعہ اور سنی حضرات کے نزدیک قصاص واجب ہوگا یا نہیں؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دربار خلافت میں حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کی شکایت پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی جواب طلبی ہوئی، آپ نے سارا ماجرا من وعن بیان کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو حق بجانب سمجھتے ہوئے امیر الامرا کے منصب پر بحال فرما دیا، بعض علمانے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کمال احتیاط سے کام لیتے ہوئے مالک بن نویرہ کی دیت بیت المال سے ادا فرمائی اور ان کے افراد اور اموال کو واپس کر دیا، (تاریخ خلیفہ بن خیاط ۱:۷۰، سیر اعلام النبلاء ۱:۳۷۱) اس قسم کے واقعات دور نبوی میں بھی سامنے آتے رہے تھے، مثلاً واقعہ صبانا میں حضرت خالد سے چند افراد سہواً قتل ہو گئے تھے، لیکن خود رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد سے قصاص نہ لیا تھا، حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں،

"بالجملہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ را در درا قصاص از خالد رضی اللہ عنہ اسوہ حسنہ است برسول اللہ در قصہ صبانا صبانا وایں مسئلہ اجتہادیہ است کہ علما در آں مختلف اند وصدیق بہ حسب اجتہاد خود کار فرمود، ہم چنیں است وظیفہ خلیفہ چوں باجتہاد فقہائے دیگر مخالف شود" (قرۃ العینین:۲۳۲)

اس طرح کا ایک اور واقعہ دور نبوی میں پیش آیا، وہ یہ کہ رفاعہ بن زید جذامی نے حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا، پھر اس نے آپ سے ایک تحریر مانگی جس سے وہ اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلائے گا، چنانچہ وہ آپ کا مکتوب گرامی لے کر اپنے قبیلے میں گیا، اس کے جانے سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اس قبیلے کی طرف پہنچے ہوئے تھے، انہوں نے اپنے اجتہاد سے اس قبیلے پر حملہ کر دیا۔ بعض لوگ قتل ہو گئے اور بعض کو گرفتار کر لیا گیا، رفاعہ بن زید اپنی قوم کے کچھ افراد کو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا جن میں ابو یزید بن عمرو نمایاں تھا، ان افراد نے حضرت زید رضی اللہ عنہ

کے حملے کا ذکر کیا تو حضور اقدس ﷺ نے اظہار افسوس کیا اور فرمایا" مقتولین کا کیا کیا جائے" ابو یزید نے کہا ہمارے قیدی رہا کر دیئے جائیں اور مقتولین کا ہم کوئی معاوضہ طلب نہیں کریں گے، آپ نے فرمایا ابو یزید نے سچ کہا، چنانچہ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس قبیلے کی طرف بھیج کر ان کے قیدی رہا کروائے اور اخذ شدہ اموال واپس دلائے تاکہ ان لوگوں کی تلافی ہو سکے، اس جہاد میں حضرت زید رضی اللہ عنہ سے خطا واقع ہوئی تھی لیکن ان سے قصاص نہ لیا گیا۔ اسی طرح اگر بالفرض حضرت خالد کی خطا تسلیم کر لی جائے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان سے کیسے قصاص لے سکتے تھے، اگر اجتہادی خطا کی وجہ سے حضرت زید پر طعن واعتراض نہیں آتا تو حضرت خالد اور حضرت صدیق پر کیسے جائز ہوگا، حالت جنگ میں بہت سے امور ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو سر انجام دینے کے لئے فوج اور اس کا سالار حق بجانب ہوتا ہے اگرچہ بعد میں تاریخ اس کے بارے میں کوئی دوسرا فیصلہ سنائے، آخر میں ایک یہ اعتراض ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کی حسین وجمیل بیوی سے شادی کی حالانکہ اس کی عدت بھی پوری نہیں ہوئی تھی، پہلی بات تو یہ کہ اس میں حضرت خالد پر تو اعتراض ہو سکتا ہے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر نہیں، کیونکہ آپ نے ان کو باقاعدہ سرزنش کی تھی پھر انہوں نے بتایا کہ یہ شادی مالک بن نویرہ کی کسی سابقہ بیوی ام تمیم سے کی تھی جس کو اس نے ایک عرصے سے چھوڑ رکھا تھا، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"ایں روایت کہ خالد ہماں شب بآں زن صحبت داشت در ہیچ کتاب معتبر نیست واگر در بعضی کتب غیر معتبرہ یافتہ می شود جواب آن نیز ہمراہ این روایت موجود است کہ این زن را مالک از مدتی مطلقہ ساختہ ومحبوس داشتہ بود بنابر رسم جاہلیہ وبرائے دفع ہمیں رسم فاسد ایشان ایں آیت نازل شدہ ﴿و اذا طلقتم

النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلو هن ﴾ ،پس عدت او منقضی شدہ بودو نکاح او حلال گشتہ ، بھمین جہت خالد انتظار عدت دیگر نہ کشید و ھمیں است مذہب جمیع فقہاء اہل سنت ، یعنی یہ روایت کہ حضرت خالد نے اسی رات اس عورت سے قربت اختیار کی ، کسی معتبر کتاب میں مروی نہیں ، جن بعض غیر معتبر کتابوں میں موجود ہے تو وہاں اس کا جواب بھی مرقوم ہے کہ وہ عورت مالک بن نویرہ سے ایک مدت سے طلاق یافتہ تھی اور ایک جاہلی رسم کی وجہ سے اس کے ہاں محبوس تھی ، اس رسم کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی ، اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی مدت (عدت) پوری ہو جائے تو انہیں روک نہ رکھو ، (سورۃ البقرہ ۲۳۲) لہذا اس عورت کی عدت پوری ہو چکی تھی اور اس کے ساتھ نکاح حلال تھا ، اس وجہ سے حضرت خالد نے اس کی کسی اور عدت کا انتظار نہ فرمایا ، یہی تمام اہل سنت کے فقہا کا مذہب ہے ۔ (تحفہ اثنا عشریہ: ۵۳۲)

اب مکمل حقیقت نکھر کر سامنے آگئی ہے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر کوئی اعتراض قائم نہیں ہو سکتا ، روایات کو غیر معتبر کتابوں سے حاصل کرنا اور وہ بھی سیاق و اسباق کو دانستہ چھوڑ کر بیان کرنا معترضین کی زیادتی ہے ، اس انداز فکر سے فاصلوں کی خلیج گہری تو ہو سکتی ہے ، ختم نہیں ہو سکتی ،

حضرات حسنین کا اعتراض

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ایک یہ اعتراض ہے کہ جب وہ منبر رسول پر بیٹھے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ، ﴿یا ابا بکر انزل عن منبر جدنا﴾ اے ابو بکر ہمارے جد امجد کے منبر سے اتر جایئے ، گویا حضرات حسنین کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ ان میں خلافت کی اہلیت نہیں تھی ، اس اعتراض میں بھی کوئی حقیقت نہیں اور نہ یہ

لوگ حضرات حسنین کی مراد کو سمجھ سکے ہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

''خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرات حسنین چھوٹی عمر کے تھے، اس پر سب کا اجماع ہے، کیونکہ حضرت امام حسن کی ولادت ہجرت کے تیسرے سال رمضان میں ہوئی اور حضرت امام حسین کی ولادت ہجرت کے چوتھے سال شعبان میں ہوئی، حضور اقدس ﷺ کا وصال ہجرت کے گیارھویں سال کی ابتدا میں ہوا، پس اس چھوٹی عمر میں ان سے جو اقوال اور افعال صادر ہوئے تو کیا شیعہ حضرات ان پر اعتبار کرتے ہیں اور ان پر احکام مرتب کرتے ہیں یا چھوٹی عمر کے سبب اعتبار نہیں کرتے، اور ان پر احکام کی بنیاد نہیں رکھتے، پہلی صورت میں تقیے کو چھوڑنا لازم آتا ہے جو ان کے جملہ واجبات میں سے ہے نیز حضور اقدس ﷺ کی مخالفت لازم آتی ہے، کیونکہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چہار شنبہ سے دوشنبہ تک نماز پنج وقتی میں اپنا خلیفہ بنایا تھا، دریں اثنا نماز جمعہ کا خطبہ اور امامت بھی اسی خلافت میں آپ نے سرانجام دی تھی، نیز اس سے حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مخالفت بھی لازم آتی ہے، کیونکہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ہر نماز ادا کی، اس فعل سے ان کے خطبے و جمعے کو تسلیم کر لینا لازم آتا ہے، دوسری صورت میں کوئی نقصان نہیں اور نہ چھوٹی عمر کی وجہ سے صادر ہونے والا یہ قول طعن و تشنیع کا موجب ہے، بچوں کا قاعدہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی کو اپنے بزرگ اور اپنے محبوب کے مقام پر بیٹھے دیکھتے ہیں یا اس کا لباس پہنے ہوئے دیکھتے ہیں یا اس کی دیگر اشیاء استعمال کرتے ہوئے دیکھتے ہیں، اگرچہ اس آدمی کو ان کے بزرگ یا محبوب کا اذن اور رضا ہی کیوں نہ درکار ہو، تو وہ مزاحمت کرتے ہیں، اور کہتے ہیں، ''ازیں مقام برخیز یا جامہ را برکش، اس مقام سے اٹھ جایئے یا لباس اتار دیجئے، ان کے ان اقوال سے استدلال نہیں ہو سکتا، ہر چند کہ انبیاء

کرام اور ائمہ عظام کمالات نفسانی اور مراتب ایمانی میں تمام مخلوق سے ممتاز ہوتے ہیں لیکن ان میں بھی بشری احکام اور طفولیت کے خواص باقی ہوتے ہیں، لہذا وہ حد بلوغ اور کمال عقل کے حصول پر مقتدا بنتے ہیں، بلکہ چالیس سال سے پہلے کسی کو نبوت (کے اعلان کا حکم) نہیں ملا ﴿الا نادراً و النادر فی حکم المعدوم﴾ سوائے کسی ایک کے، اور چیز نادر معدوم کے حکم میں داخل ہے، پھر یہ مثل بھی مشہور ہے، ﴿الصبی صبی ولو کان نبیاً﴾، بچہ تو بچہ ہے اگر چہ نبی کیوں نہ ہو، (تحفہ اثناء عشریہ: ۵۳۰)

اللہ اکبر، معترضین کو حضرات حسنین کا یہ فرمانا تو یاد رہا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیعت کرنا، پیچھے نماز پڑھنا، خطبے سننا، ان کو منبر پر بیٹھے ہوئے دیکھنا اور اعتراض نہ کرنا، ان کی خلافت کے عہدے سنبھالنا، مشورے دینا اور ہر کام میں ساتھ ساتھ رہنا یاد نہ رہا، وہ پاکیزہ لوگ باہم شیر وشکر تھے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرات حسنین سے از حد محبت فرمایا کرتے تھے، حضرت امام حسن کو دیکھ کر خوشی سے فرماتے، حسن تو علی کی نسبت نبی اکرم ﷺ کے زیادہ مشابہ ہے، اس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی خوب مسکراتے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی ان شہزادوں کا اپنے بیٹوں سے زیادہ خیال رکھتے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دی، ان کے وصال کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے نکاح پڑھا، گویا یہ دونوں شہزادے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے داماد تھے، خلفائے ثلاثہ پر اعتراض کرنے سے پہلے ان کے گہرے رشتے کو بھی دیکھ لینا چاہئے

حضرت فاروق کو خلیفہ بنانا

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ایک یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد فرمایا تھا، حالانکہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عمر کو صرف ایک سال صدقات کی محصولی پر مامور فرمایا اور اس کے بعد معزول کردیا تھا، اس طرح آپ کے معزول کو

منصوب بنانا آپ کی مخالفت ہے، اس کے کئی جوابات ہیں، اولاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو معزول تصور کرنا کمال کی بے عقلی ہے، اگر کسی شخص کو کسی کام کا متولی بنایا جائے اور وہ اس کام کو سرانجام دے تو اس کی تولیت تمام ہوگئی، اس کو یہ نہ کہا جائے گا کہ وہ تولیت سے معزول ہو چکا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تولیت کا انقطاع اس قبیل سے ہے کہ صدقات کی محصولی کا کام تمام ہوگیا تو ان کی تولیت بھی تمام ہوگئی، اگر کوئی اس کو معزول کہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہر نبی موت کے بعد معزول ہوگیا اور ہر امام موت کے بعد معزول ہوگیا، ثانیاً اگر یہ قبول کرلیا جائے کہ حضرت عمر معزول ہوگئے تھے تو اس کی مثال یہ ہے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مراجعت کے بعد ان کی خلافت سے معزول ہوگئے تھے لیکن چونکہ بالاستقلال نبی تھے اس لئے یہ معزولی ان کی امانت کی لیاقت میں نقصان پیدا نہیں کرتی، اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ معزولی ان کی امامت کی لیاقت میں نقصان پیدا نہیں کرتی، ان کے حق میں ارشاد نبوت ہے، ﴿لو کان بعدی نبی لکان عمر﴾ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو ضرور عمر رضی اللہ عنہ نبی ہوتا، ثالثاً حضور اقدس ﷺ کی مخالفت تو یہ ہے کہ آپ نے جس کام سے منع فرمایا، اس کا ارتکاب کیا جائے، نہ یہ کہ ان کے معزول کو منصوب کیا جائے، پس اگر حضور اقدس ﷺ نے نصب عمر رضی اللہ عنہ سے روکا تھا اور حضرت ابوبکر نے ان کو منصوب کردیا تو اس سے مخالفت لازم آتی ہے، ایسا تو ہرگز نہیں ہوا، پھر مخالفت کیسے ہوئی، رابعاً اگر حضور اقدس ﷺ کے نکردہ کام کو کرنے سے ان کی مخالفت لازم آتی ہے تو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جنگ کرنا بھی آپ ﷺ کی مخالفت کرنا تصور ہوگا، لہذا جو اعتراض حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر وارد ہوگا وہی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر وارد ہوگا، معاذ اللہ من ذالک

والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء

والمرسلین الی یوم القیامۃ والدین

یارِ غار

کنزِ ایماں کے درِ شہوار صدیقِ عتیق
جانِ عرفاں، پیکرِ انوار صدیقِ عتیق

سرورِ کونین کے دلدار صدیق عتیق
ثانی اثنین اذھما فی الغار صدیقِ عتیق

جن کو خیرالناس بعد الانبیاء کہدے نبی
کیوں نہ ہوں پھر محورِ اخیار صدیقِ عتیق

اول من یدخل الجنۃ، صدیق و صفا
اور عتیقؔ من عذاب النارِ صدیقِ عتیق

کیوں نہ ہو ان کی صداقت کی دہائی دہر میں
جن کو کہتے تھے شہِ ابرار، صدیقِ عتیق

جن کو کہتا ہے اولوالفضل اپنے قرآں میں خدا
وہ کمالِ فضل کے شہکار، صدیقِ عتیق

کس محبت سے کہا محبوب نے ہجرت کی رات
کیا تجھے کھٹکا ہے ''میرے یار'' صدیقِ عتیق

پوچھ عمار و بلال و حیدر و سلمان سے
کس قدر ہیں مونس و غمخوار صدیقِ عتیق

دو جہاں میں اس پہ راضی ہیں خدا و مصطفیٰ
جس پہ راضی ہوگئے سرکار صدیقِ عتیق

ہوں تمہارے سلسلۂ پاک کا ادنیٰ غلام
بخش دو اب دیدۂ بیدار، صدیقِ عتیق

☆☆☆

حضرت صدیق

واہ کیا رتبہ ہے یار غار کا
کنزِ رحمت کے درصنوبار کا

دہر سے لے کر قیام حشر تک
جس پہ سایہ ہے سدا سرکار کا

جس کے ایماں کو نبی کامل کہے
کون پھر ثانی ہے اس دلدار کا

دولتِ کونین خاک پا بنی
ہاتھ جب تھاما شہِ ابرار کا

غار میں محبوب پر قرباں ہوئے
ہوگیا اونچا پھریرا پیار کا

جان، مال، اولاد سب کے عرض کی
تو ہی مالک ہے میرے گھر بار کا

حضرت صدیق کا ذوقِ نظر
نور ہے ہر دیدۂ بیدار کا

جن رہوں سے وہ گئے صاحب نبی
مینہ برستا ہے وہاں انوار کا

کیوں نہ اہل درد کا غم خوار ہو
جب ہے نائب دہر کے غم خوار کا

میرے ہاتھوں میں ہے دامان کرم
مجھ کو کیوں ڈر ہو عذاب نار کا

گلشنِ ارماں چمک اٹھا یونہی
ذکر چھیڑا ہے نبی کے یار کا

فیضِ مرشد سے غلامِ مصطفیٰ
لو دریچہ کھل گیا افکار کا

فاروق اعظم

ہدایت کا مینار فاروقِ اعظم
فراست کا شہکار فاروقِ اعظم

خدا کا وفادار فاروقِ اعظم
نبیؐ کا فدا کار فاروقِ اعظم

ابوبکر و عثمان و حیدر کا پیارا
صحابہ کا دلدار فاروقِ اعظم

زمانے کا رہبر، زمانے کا محور
زمانے کا سردار فاروقِ اعظم

شجاعت کا پیکر، عدالت کا خوگر
خلافت کا معمار فاروقِ اعظم

کلامِ خدا کا ہوا ترجماں بھی
رسالت کی، گفتار فاروقِ اعظم

اٹھے جتنے طوفان جور و جفا کے
بنا حق کی دیوار فاروقِ اعظم

ہر اک دشمنِ مصطفیٰ کا ہے دشمن
مسلماں کا غم خوار فاروقِ اعظم

مجھے حادثاتِ جہاں کا الم کیا
ہے میرا مددگار فاروقِ اعظم

غلامِ در مصطفیٰ عظمتوں کا
یقیناً ہے حق دار فاروقِ اعظم

☆☆☆